ماہنامہ
ہمدرد
نونہال
اکتوبر ۲۰۱۲ء

اشاعت کا ۶۰ واں سال

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ

ہمدرد نونہال کراچی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

اکتوبر ۲۰۱۲ عیسوی

ذیقعدہ ۱۴۳۳ ہجری

شمارہ ۱۰

جلد ۶۰

ٹیلی فون ـــــ 36620949 ــ 36620945

ایکسٹینشن ـــــ (055 ، 052 ، 054)

ٹیلی فیکس ـــــ (92-021) 36611755

ای میل ـــــ hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ـــــ www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ـــــ www.hamdard.com.pk

ویب سائٹ ـــــ www.hakimsaid.info

ISSN 02 59-3734

قیمت عام شمارہ ۳۵ روپے

سالانہ (عام ڈاک سے) ۳۸۰ روپے

سالانہ (دفتر سے براہِ راست) ۳۳۰ روپے

سالانہ (رجسٹری سے) ۵۰۰ روپے

سالانہ (بیرونِ ملک ہوائی ڈاک سے) ۵۰ امریکی ڈالر

قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی کا احترام ہم سب پر فرض ہے

ہمدرد ایجوکیشنل سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۷۴۶۰۰

[illegible]

سرورق کی تصویر: سلمان عمران حسن، کراچی

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاگو جگاؤ

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

آج تمھیں خوش رہنے اور دوسروں کو خوش رکھنے کا راز بتاتا ہوں۔

پہلے ایک واقعہ سن لو! حضرت لقمان علیہ السلام شاید پیغمبر ہوں، لیکن ان کے حکیم ہونے میں تو شبہ نہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت لقمان کی حکمت کا ذکر ہے۔ حکیم کے معنی حکمت والے اور دانا کے ہیں۔ حضرت لقمان نے ایک باغ میں نوکری کر لی۔ ایک دن باغ کا مالک آیا اور آپ سے ککڑیاں لانے کو کہا۔ آپ ککڑیاں لے آئے تو مالک نے ان کو تراش کر ایک ایک ٹکڑا دینا شروع کیا۔ حضرت لقمان مزے سے کھاتے رہے۔ آخر میں مالک نے خود ککڑی کا ایک ٹکڑا چکھا تو فوراً تھوک دیا، کڑوا زہر تھا۔ اس نے کہا: ''اے لقمان! تم اس کڑوی زہر ککڑی کو مزے لے لے کر کھا رہے ہو۔ بتایا کیوں نہیں کہ یہ کڑوی ہے؟''

حضرت لقمان نے فرمایا: ''میں کیا کہتا! میں نے سوچا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں بار میٹھی چیزیں کھائی ہیں، اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں صرف ایک بار کڑوی چیز ملی تو اس کی کیا شکایت کروں!''

دراصل حضرت لقمان کے اس قول میں ہماری خوشی اور دوسروں سے خوش گوار تعلقات کا راز پوشیدہ ہے۔ دنیا میں لوگ اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ جھگڑوں سے بچنے اور خوش رہنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی دوسروں کی بُرائیوں کے بجائے اچھائیوں اور نیکیوں پر نظر رکھے۔ بُرائیوں اور کم زوریوں کو بھول جائے۔ اگر بُرائیوں کو یاد رکھے گا تو دل صاف نہیں رہے گا اور دل کا اثر زبان اور عمل پر بھی پڑے گا اور بُرائیوں کا سلسلہ چل نکلے گا۔

(ہمدرد نونہال اگست ۱۹۹۷ء سے لیا گیا)

جو لوگ اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں بناتے
وہ کام یابی کی منزل تک نہیں پہنچتے

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

ساٹھویں سال کا دسواں شمارہ ہمدرد نونہال آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں علم کی اشاعت، نونہالوں کی ذہنی ترقی اور اخلاقی تربیت کی یہ اہم خدمت انجام دینے میں اپنی صلاحیتیں اور توانائی صرف کرنے کی توفیق عطا کی۔ آدھی صدی سے زیادہ طویل مدت ہم نے یکسوئی سے یہ کام کیا۔ ہمدرد نونہال پڑھنے اور اس سے فائدہ اُٹھانے والوں میں وہ لوگ شامل ہیں جو آج خود بھی کسی نہ کسی اہم شعبے میں اہم قومی حیثیت سے مصروفِ خدمت ہیں۔

ہمدرد نونہال کی اشاعت کے ساٹھویں سال میں داخل ہونے پر ملک و قوم کی بھلائی چاہنے والے ممتاز اور اہم لوگوں نے اس خدمت پر جس محبت سے ہماری ہمت افزائی کی، خصوصاً مجھ ناچیز کا جس طرح دل بڑھایا، اُس کے لیے میں شکر گزار ہوں۔ جس کام کی ہمت افزائی کی جائے، اس سے خدمت کرنے والوں کے جذبے اور توانائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اکتوبر کا مہینہ ہمیں خاص طور پر دو بزرگوں کی یاد دلاتا ہے۔ قائدِ ملت لیاقت علی خاں جیسے عظیم لیڈر اور شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید جیسے محسنِ قوم کو جس بے دردی سے شہید کیا گیا، اسے محسن فراموشی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

شہید حکیم محمد سعید نے صحت اور تعلیم کے میدانوں میں جو عظیم کارنامے انجام دیے، اس کی مثال مشکل، بہت مشکل سے ملے گی۔ ہمدرد نونہال کے بانی حکیم صاحب تھے، جو اس کی بہتری اور ترقی کے لیے مسلسل کوشاں رہے اور میری ہمت افزائی اور رہنمائی کرتے رہے۔ اسی طرح محترمہ سعدیہ راشد بھی ہمدرد نونہال کے کاموں میں پوری دل چسپی لیتی اور سرپرستی کرتی ہیں۔ میں ان کا اور تمام خیر خواہوں کا شکر گزار ہوں۔ ☆

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کے لیے نفع بخش ہو۔

مرسلہ : عائشہ خالد، کراچی

حضرت علی کرم اللہ وجہ

اگر کوئی تمھارا دل دُکھائے تو اپنا دل نہ دُکھاؤ، کیوں کہ جس درخت پر زیادہ پھل ہوں لوگ اُسے زیادہ پتھر مارتے ہیں۔

مرسلہ : فضیلہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ

حضرت لقمان

عالم افضل ہے، کیوں کہ اس کے پاس ہمیشہ بھلائی اور اچھائی ملے گی۔

مرسلہ : مریم جان بلوچ، تربت

مجدد الف ثانیؒ

زندگی کے حادثات دنیا میں کڑوی دوا کی طرح ہیں۔ مرسلہ : نسرین عمر، محمود آباد

امام غزالیؒ

وہ دوست جو آڑے وقت میں تمھارے کام نہ آئے، وہ ہی دراصل تمھارا دشمن ہے۔

مرسلہ : حسان عادل، ناردھ کراچی

مولانا ابوالکلام آزاد

عبرت حاصل کرنا انسان کی سب سے بڑی عقل مندی ہے۔ مرسلہ: عدنان جنید، حیدر آباد

افلاطون

انسان کی بڑائی اس میں ہے کہ برتر ہونے کے باوجود خود کو کم تر سمجھے۔ مرسلہ: عابد رحمٰن، سانگھڑ

سقراط

کامل انسان وہ ہے جس سے اس کا دشمن بھی بے خوف رہے۔

مرسلہ : ادریس عالم، میر پور خاص

بطلیموس

عالم سے ایک گھنٹے کی گفتگو دس برس کے مطالعے سے زیادہ مفید ہے۔

مرسلہ : خرم خان، بلال ٹاؤن

ہربرٹ اسپنسر

زندگی کیا ہے؟ صرف ”وقت“ اگر ہم اسے ضائع کرتے ہیں تو گویا زندگی برباد کرتے ہیں۔

مرسلہ : نیلوفر قاضی، لاہور

انسان کی پہچان

سید ذوالفقار حسین نقوی

علم سیکھو ، علم ہی عرفان ہے
علم کا جاری سدا فیضان ہے

روز افزوں ہے خزانہ علم کا
علم کی دولت میں کب نقصان ہے

علم کے خوگر ہو اے دوستو!
علم ہی انسان کی پہچان ہے

علم سیکھیں ، علم سیکھیں مرد و زن
یہ رسول اللہؐ کا فرمان ہے

زیورِ علمی سے ہیں آراستہ
جو بھی بچے ، اُن پہ سب کو مان ہے

آزما کر دیکھ لو دنیا میں تم
علم سے مشکل ، ہوئی آسان ہے

ہم تو نقوی علم کے طالب رہے
علم کیا ہے ، اصل میں ایمان ہے

سلطان کا فیصلہ

میرزا ادیب

سلطان غیاث الدین بلبن ہندستان کا بادشاہ تھا، جس نے بائیس برس تک ملک پر حکومت کی تھی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس کے ایک امیر نے اُسے بتایا: ''حضور! دربار میں کئی ایسے امیر ہیں، جو سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں بھی زندگی گزار چکے ہیں اور اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔''

سلطان نے امیر سے پوچھا: ''تو اب ان کے بارے میں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

امیر نے جواب دیا: ''جب آدمی ناکارہ ہو جائے تو اسے ملازمت سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہونا چاہیے۔''

سلطان نے یہ الفاظ سن کر اُس امیر کو حکم دیا کہ ایسے ناکارہ لوگوں کی فہرست بنا کر پیش کر دی جائے تاکہ سلطان ان کے بارے میں کچھ سوچ کر فیصلہ کریں۔

امیر نے دوسرے روز ہی ایسی فہرست تیار کر کے سلطان کے سامنے رکھ دی۔ سلطان نے سب نام پڑھے۔ یہ سب ان لوگوں کے نام تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے، پھر بھی دربار میں باقاعدہ حاضری دے رہے تھے۔

سلطان نے حکم دیا: ''ان لوگوں کی ملازمت ختم کی جاتی ہے۔ ہر ایک کو اطلاع دے دو۔''

امیر نے فہرست کے مطابق سب بوڑھے اور ناکارہ امیروں کو سلطان کے حکم سے آگاہ کر دیا۔ سلطان کا حکم کیسے ٹالا جا سکتا تھا۔ ان کا فیصلہ آخری فیصلہ تھا۔

ان امیروں کی تنخواہ بند ہو گئی تو یہ بہت پریشان ہوئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ آخر یہ سب ایک ایسے شخص کے پاس گئے جو خود بھی امیر رہ چکا

تھا اور ان کے ساتھ ہی اپنی ملازمت سے برخاست کیا گیا تھا۔ اس کا نام فخرالدین تھا۔ وہ بڑا عقل مند اور دور اندیش آدمی تھا۔

امیروں نے اس سے کہا: ''جناب! اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو کریں، ورنہ ہماری حالت بہت خراب ہو جائے گی۔''

فخرالدین نے پہلے تو اس معاملے میں حصہ لینے سے انکار کر دیا، لیکن جب سب امیروں نے بار بار اس سے درخواست کی تو کہنے لگا: ''آپ لوگ مجبور کرتے ہیں تو میں کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگرچہ اس میں یہ خطرہ بھی ہے کہ سلطان خفا ہو جائیں اور مجھے سزا کا حکم سنا دیں۔''

امیر فخرالدین سے وعدہ لے کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

چند روز کے بعد فخرالدین سلطان کے حضور پہنچا اور بولا: ''جناب! آپ نے ہم پر ہمیشہ احسان کیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کرنے کی خاطر آپ کو اپنے ہاں بلائیں۔ اگر حضور ہماری دعوت قبول کر لیں تو ہم بہت ممنون ہوں گے۔''

سلطان نے دعوت قبول کر لی۔ جس شام سلطان کی دعوت تھی فخرالدین کے مکان میں وہ سب کے سب امیر جمع ہو گئے، جنھیں سلطان نے ملازمت سے الگ کر دیا تھا۔ دعوت بڑی شان دار تھی۔ جب ختم ہو گئی تو سلطان نے ان کا شکریہ ادا کیا اور رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔

فخرالدین نے آگے بڑھ کر عرض کی: ''جناب! ہم سب آپ کے ممنون ہیں کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہماری دعوت قبول کی۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے رخصت ہونے سے پہلے کچھ پوچھنے کی جرات کروں۔''

''بے شک پوچھو۔''

فخر الدین نے بڑے ادب اور احترام سے سوال کیا: ''حضور! یہ بتائیں جس ہوا سے ہم سانس لیتے ہیں کیا خدا نے وہ ہوا ہم پر بند کر دی ہے؟''

سلطان اس سوال پر حیران رہ گئے۔ تاہم انھوں نے کہا: ''نہیں، ایسا نہیں ہوا۔''

فخر الدین نے پوچھا: ''کیا اللہ نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے، جس سے ہم اپنی پیاس بجھاتے ہیں؟''

''نہیں، ایسا بھی نہیں ہوا۔'' سلطان نے جواب دیا۔

فخر الدین نے کہا: ''حضور! کیا اللہ نے ہمیں وہ سبزیاں کھانے سے روک دیا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں؟''

سلطان نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔

فخر الدین بولا: ''تو حضور! یہ فرمایئے جب اللہ نے اپنی نعمتیں ہمیں دینی بند نہیں کیں اور یہ نہیں کہا کہ اب تم بوڑھے ہو کر ناکارہ ہو گئے ہو اس لیے تمھیں ان نعمتوں پر کوئی حق نہیں ہے، پھر آپ ہمیں اس چیز سے کیوں محروم کر رہے ہیں جو اللہ ہی نے آپ کو دی ہے۔''

سلطان نے یہ سوال سنا تو خاموش ہو گئے۔ جتنے امیر وہاں بیٹھے تھے، ان کے چہروں کا رنگ زرد پڑ گیا۔ انھیں ڈر تھا کہ سلطان، فخر الدین کی اس جرات پر ناراض ہو جائیں گے۔

سلطان چند لمحے خاموش بیٹھے رہے، پھر بولے: ''فخر الدین تم نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ سب درباریوں کو جو برخاست کر دیے گئے تھے باقاعدہ تنخواہ دی جائے گی۔''

اتنا سننا تھا کہ سارے امیر سلطان کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ شکریے کے الفاظ ان کے دلوں سے نکل رہے تھے۔

☆

سب کو گلے لگاؤ

ایس مغنی حیدر

کسی بھی بشر کو نہ ہرگز ستاؤ
محبت سے سب کو گلے سے لگاؤ

جہالت کی باتوں سے خود کو بچاؤ
فراست سے دنیا کو اپنا بناؤ

کبھی بھی دلوں میں کدورت نہ لاؤ
تعصب سے آپ اپنا دامن بچاؤ

نہ دنیا کی الفت کو دل میں بساؤ
لگاؤ تو لو بس خدا سے لگاؤ

زمانے کے ہاتھوں سے ہیں جو پریشاں
انھیں عزم و ہمت کی راہیں دکھاؤ

مصائب کو سہنا ہی مردانگی ہے
بہادر رہو، لب پہ آہیں نہ لاؤ

عداوت سے معمور نفرت کدوں میں
خلوص و محبت کی شمعیں جلاؤ

جو مظلوم ہیں، مفلس و ناتواں ہیں
سدا ان کے دکھ درد میں کام آؤ

یہ پیغامِ حیدر ہے اے نونہالو
جہاں بھی رہو، خوش رہو، مسکراؤ

باتوں کی باتیں

مسعود احمد برکاتی

شاغل اپنے باپ فارغ صاحب کے ساتھ ایک شادی میں گیا۔ فارغ صاحب خوش اخلاق اور ملنسار آدمی تھے۔ لوگوں میں مقبول تھے۔ شادی میں جو لوگ آرہے تھے، ان میں سے اکثر فارغ صاحب سے دعا سلام کرتے، مصافحہ کرتے، بعض گلے بھی ملتے اور خیر و عافیت پوچھتے۔ فارغ صاحب بھی مسکرا مسکرا کر لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے کہا کہ آپ اپنے صاحب زادے کو نہیں لائے۔ فارغ صاحب نے کہا کہ جی، لایا ہوں، لیکن جب پلٹ کر دیکھا تو شاغل نظر نہیں آیا۔ فارغ صاحب خاموش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد شاغل اپنے دوستوں کے ساتھ ذرا فاصلے پر نظر آیا۔

شادی کے بعد واپس گھر جاتے ہوئے انھوں نے راستے میں شاغل سے کہا:

"تمھیں میرے پاس رہنا چاہیے تھا۔"

شاغل نے جواب دیا: "میں اپنے دوستوں کے ساتھ تھا۔ مجھے بڑے لوگوں کے سامنے آتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

فارغ صاحب نے اسے سمجھایا کہ لڑکپن میں شرم اور جھجک سب کو ہی آتی ہے، لیکن اسے دور کر کے لوگوں سے ملنا جلنا چاہیے۔ ان کی باتوں کو غور سے سننا چاہیے، اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس طرح آدمی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس کی معلومات بڑھتی ہیں۔ وہ ادب اور تمیز سیکھتا ہے۔ دھیرے دھیرے اس کو خود بھی لوگوں سے ملنے جلنے اور محفل میں اُٹھنے بیٹھنے کے آداب آجاتے ہیں۔ یوں وہ کسی جھجک کے بغیر ہر قسم کے لوگوں سے باتیں کرنے کا سلیقہ سیکھ لیتا ہے۔

دراصل باتیں کرنا بھی ایک فن ہے، یہ فن بھی دوسرے فنون کی طرح سیکھنے اور مشق

کرنے سے آتا ہے۔ یہ کوئی ایسا فن نہیں ہے، جسے سیکھنا بہت مشکل ہو۔ ہر آدمی سیکھ سکتا ہے۔ بس تھوڑی سی توجہ اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

باتیں کرنے کا سلیقہ آنا بڑی خوبی ہے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ اس سے آدمی کی مقبولیت اور تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے اور دوستی بڑھتی ہے۔ یوں ایک دوسرے سے بہت سے کام نکلتے ہیں، اس لیے ہر شخص کو باتیں کرنے کا سلیقہ اور فن ضرور آنا چاہیے۔

اس فن کو سیکھنے کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ آپ اچھے سننے والے بنیں۔ لوگوں کی باتیں توجہ سے سننے کی عادت ڈالیں۔ جب آپ لوگوں کی باتیں دل چسپی سے سنیں گے تو وہ بھی آپ پر توجہ دیں گے اور آپ جو کچھ کہیں گے، اسے کان لگا کر سنیں گے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی ہی کہے جاتے ہیں، دوسروں کی نہیں سنتے اور نہ ان کو بات کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ ابھی دوسرے نے بات شروع ہی کی ہے، ایک ہی جملہ کہا ہے کہ انھوں نے اس کی بات کاٹ کر بولنا شروع کر دیا۔ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ پہلے آپ دوسرے کی بات پوری توجہ سے سنیں، پھر آپ کو جو کچھ کہنا ہے وہ کہیں۔ چاہے آپ کو اس بات کی تائید ہی کرنی ہو، لیکن پہلے آپ اس کی بات پوری طرح سن لیں، پھر اس کی تائید کریں۔ آپ کی ہاں میں ہاں ملانے سے اس کو اتنی خوشی نہیں ہوگی، جتنی اس بات سے ہوگی کہ آپ نے اس کی بات پوری توجہ سے سنی اور سمجھی ہے۔ اگر آپ کو اس بات سے اتفاق ہو تو آخر میں صرف یہ کہہ دیں کہ آپ نے صحیح فرمایا۔ اس کا اچھا اثر پڑے گا، لیکن اگر آپ نے اس کی بات بیچ میں کاٹ کر کہہ دیا کہ آپ نے بہت صحیح فرمایا، آپ نے بڑی اچھی بات کہی، آپ کا خیال بہت عمدہ ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ اس سے اتنا خوش نہیں ہوگا۔

آپ کے مخاطب نے جو باتیں کی ہیں اگر وہ آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں تو اور بھی احتیاط سے جواب دینے کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں بھی آپ اس کی پوری

بات توجہ سے سنیں اور اس پر اپنے چہرے سے یہ بات ظاہر بھی کریں کہ آپ توجہ سے سن رہے ہیں۔ جب وہ بات ختم کرلے تو پھر آپ اس کا نرمی اور شائستگی سے جواب دیں۔

پہلے تو آپ یہ سوچیں کہ اس کی باتوں میں کوئی حصہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ کچھ حصہ ضرور صحیح ہوگا۔ اب آپ اپنی بات اس کی باتوں کے صحیح حصے کی تعریف یا تائید سے شروع کریں۔ مثلاً آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے یہ بالکل صحیح فرمایا ہے، مگر اس کا ایک پہلو اور بھی ہے، جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اپنا خیال اچھے اور مختصر لفظوں میں بیان کریں۔

ایک بات یاد رکھنے کی یہ بھی ہے کہ کوئی آدمی بھی لمبی باتیں سننا پسند نہیں کرتا، اس لیے مسلسل بہت دیر تک گفتگو نہ کریں۔ آپ جس سے بات کر رہے ہیں، اگر وہ بیچ میں کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس کی سن لیں یا اپنی باتوں کے درمیان خود کوئی سوال اس کے سامنے رکھ کر اس کو اپنا خیال ظاہر کرنے کا موقع دیں۔ اس طرح وہ اُکتائے گا نہیں اور گفتگو میں شامل رہے گا۔

اگر آپ کا مخاطب آپ کی کسی بات سے متفق نہیں ہے اور اس نے آپ کی معلومات یا خیال کے برعکس کچھ کہا ہے تو آپ اس سے ایک دم یہ نہ کہیں کہ آپ کا خیال غلط ہے، بلکہ اس پر غور کریں اور اگر آپ کو اس کا خیال صحیح معلوم ہو تو آپ اس کو ماننے میں تامل نہ کریں۔ اپنی بات پر بے جا نہ اَڑیں۔ یہ ایک اخلاقی خوبی ہے اور اس سے آپ کے غلط خیالات کی اصلاح بھی ہو سکے گی۔ اس کا شکریہ ادا کر کے قبول کرلیں۔

بات چیت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ باتیں کرنے والوں کو کچھ حاصل ہو، ان کی معلومات اور تعلقات بڑھیں اور ہم خیال ہونے کی وجہ سے بات چیت زیادہ سے زیادہ آگے بڑھے۔ اگر باتیں کرنے والا ہر آدمی اپنی بات پر اَڑا رہے گا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بڑا نقصان ہوگا۔ آپس میں رنجش پیدا ہوگی۔

بعض وقت مجلس میں باتیں کرنے کا مقصد محض تفریح یا اچھا وقت گزارنا ہوتا ہے۔ مجلس میں شامل سب لوگوں کو بات چیت کا موقع ملنا چاہیے۔ گفت گو بہت ہلکی پھلکی ہونی چاہیے۔ موقع کی مناسبت سے لطیفے بھی ہو جائیں۔ اگر کوئی دوسرا لطیفہ یا مزے دار قصہ سنائے تو آپ اس سے بھی لطف لیں۔ انھیں صرف اپنے ہی قصے اور لطیفے نہ سناتے رہیں۔ سنجیدہ گفت گو کے دوران اگر ہلکی پھلکی باتیں اور لطیفے شامل ہو جائیں تو اُکتاہٹ اور خشکی پیدا نہیں ہوتی۔

اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کسی کا مذاق نہ اُڑائیں۔ مذاق کرنے اور مذاق اڑانے میں بڑا فرق ہے۔ کسی کا مذاق اُڑانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کو ذلیل کر رہے ہیں، البتہ ایسا مذاق کیا جا سکتا ہے، جس میں سب کو لطف آئے اور کوئی اسے اپنی ذلت نہ سمجھے۔

چہرے پر مسکراہٹ اور ہونٹوں پر ہلکے تبسم سے لفظوں میں بھی کشش پیدا ہو جاتی ہے، لیکن پہلی بار جب آپ کسی سے ملیں تو ہنسیں نہیں، اس کا اثر اُلٹا ہو سکتا ہے۔ وہ اس کو اپنی ہنسی اُڑانا سمجھ سکتا ہے۔ آپ کے چہرے سے غصہ یا غرور بھی نہ ٹپکتا ہو۔ گفت گو ختم ہونے کے بعد آپ موقع کے لحاظ سے مسکرا سکتے ہیں۔ بے موقع ہنسنا کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہوتا۔ ہمارے ایک بزرگ ہر بات پر ہنستے تھے اور ان کی عادت ایسی پڑ گئی تھی کہ کوئی موقع بھی ہو، وہ ہنس کر جواب دیتے تھے۔ ایک بار کہنے لگے:

"معلوم ہوا ہے، آپ کی خالہ کا انتقال ہو گیا ہے؟"

اور یہ کہہ کر پورا منھ کھول کر ہنسنے لگے۔

جس آدمی سے بات ہو رہی ہو، اس کی عمر، مرتبے اور رشتے کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے اس کا نام لیا جاتا ہے اور مناسب لہجہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ان باتوں کا

خیال رکھنے سے خود آپ کی تہذیب اور اخلاق کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ ایک پرانا قصہ آپ نے سنا ہوگا کہ ایک شکار پارٹی میں چار آدمی تھے۔ اتفاق سے وہ چاروں بچھڑ گئے۔ جنگل میں ایک دوسرے کو ڈھونڈنے لگے۔ راستے میں جو بھی ملتا اس سے بھی پوچھتے۔ ایک نابینا فقیر جھونپڑی کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ ان چاروں شکاریوں میں ایک بادشاہ، ایک وزیر، ایک فوجی سردار اور ایک غلام تھا۔ سب سے پہلے غلام، نابینا کے پاس سے گزرا اور اس نے نابینا سے پوچھا کہ کیا یہاں سے کچھ لوگ گزرے ہیں؟ کچھ دیر بعد فوجی سردار بھی وہاں پہنچا، پھر وزیر اور پھر بادشاہ، سب نے نابینا سے یہی سوال کیا۔ جب بادشاہ نے پوچھا تو نابینا نے جواب دیا: ''جی ہاں بادشاہ سلامت! یہاں سے آپ کا غلام، آپ کے فوجی سردار اور آپ کے وزیر تینوں کا گزر ہوا ہے۔''

بادشاہ نے حیران ہو کر نابینا سے سوال کیا کہ آپ نے مجھے اور ان تینوں کو کیسے پہچانا؟

نابینا نے جواب دیا: ''سوال کے الفاظ اور طریقے سے معلوم ہو گیا کہ کون کیا ہے۔ غلام نے پوچھا تھا: ''او گدھے! یہاں سے کوئی گزرا ہے؟'' فوجی سردار نے مجھے ''بڑے میاں'' کہہ کر یہی پوچھا۔ وزیر نے ''اے صاحب'' کے نام سے پکارا اور اب آپ تشریف لائے ہیں تو آپ نے مجھے ''اے میرے بزرگ'' فرمایا۔ اس سے میں نے چاروں کی تربیت اور حیثیت کا اندازہ کر لیا۔''

کسی کو اچھے الفاظ سے پکارنے سے آپ کی عزت گھٹتی نہیں، بلکہ بڑھتی ہے۔ انکسار اور عاجزی بڑائی کی دلیل ہے۔

آپ لوگوں میں اُٹھنے بیٹھنے سے گھبرائیں نہیں۔ اگر کسی محفل میں آپ کو گفتگو کرنے کے لیے کوئی خیال یا نکتہ نہ مل رہا ہو تو آپ خاموشی سے اُن کی گفتگو کو سنتے رہیں یا کوئی سوال کر کے دوسروں کی باتوں کو آگے بڑھائیں۔ یہ بھی ایک طرح کی گفتگو ہے۔ محفل میں کبھی کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ خاموشی بھی گفتگو کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ ☆

پھر مجھے یاد آیا

تحریر : شہید حکیم محمد سعید
انتخاب : صبا عبدالستار شیخ

نونہالوں کے ساتھ شہید حکیم محمد سعید کی خوشی دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔

ایک حقیقت مجھے یاد آ گئی۔ میں لندن میں تھا۔ وہاں مطب کرتا تھا۔ ہزاروں مریض وہاں بھی میرے پاس آیا کرتے تھے، دور دور سے۔ برمنگھم سے، مانچسٹر سے، کارڈیف سے، گلاسکو وغیرہ سے۔ میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ ان دنوں لندن کی سڑکوں پر دواں دواں میں نے متعدد گاڑیاں ایسی دیکھیں، جس پر باہر لکھا ہوتا تھا: ''میل آن وہیل۔'' (Meal on wheel) یعنی کھانا پہیوں پر۔ ان ایمبولنس نما گاڑیوں میں کھانا ہوتا تھا۔ یہ گاڑیاں ان گھروں میں جایا کرتی تھیں، جہاں معذور لوگ رہا کرتے تھے۔ یہ گاڑیاں کھانا وہاں پہنچایا کرتی تھیں۔

ابوعلی کی ٹوپی

جاوید بسام

صدیوں پرانی بات ہے۔ بغداد میں ابوعلی نام کا ایک مال دار تاجر رہتا تھا۔ شہر میں اس کا شان دار مکان اور بازار میں کپڑے کی دکان تھی۔ ہر روز دور دراز سے آنے والے تجارتی قافلے جو اونٹوں، خچروں اور گھوڑوں پر سامانِ تجارت لے کر آتے، اس کی دکان کے آگے کھڑے نظر آتے تھے۔ ابوعلی ہمیشہ سے اتنا کامیاب تاجر نہ تھا، بلکہ پچھلے چند سالوں میں اس کی قسمت چمک گئی تھی۔

وہ جب اپنے دوستوں کی محفل میں شریک ہوتا تو دوست اس کے عمدہ لباس سے مرعوب ہوتے، لیکن اس کے سر پر ایک پرانی بدرنگ ٹوپی دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ وہ کئی سالوں سے یہی ٹوپی استعمال کر رہا تھا۔ دوستوں کے پوچھنے پر وہ بتاتا کہ ٹوپی اس

ں وہ بہت رویا پیٹا، کیوں کہ چور قیمتی سامان کے ساتھ اس کی خوش بختی والی ٹوپی لے گئے تھے۔ وہ اتنی پرانی ٹوپی تھی کہ کوئی اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا، لیکن اتفاق سے ں کے ساتھ ٹوپی بھی چلی گئی تھی۔ وہ فوراً کوتوال پہنچا اور داروغہ کو بتایا۔ وہ بار بار ٹوپی کو یاد کرتا تھا۔ داروغہ نے رپورٹ لکھ لی، جس میں سب سے اوپر بوعلی کی ٹوپی کا نام تھا۔

کئی دن گزر گئے، لیکن ڈاکو پکڑے نہیں جا سکے۔ بوعلی دن میں کئی بار کوتوالی کے چکر لگاتا۔ آخر تنگ آ کر اس نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس کی ٹوپی لا کر دے گا، اسے ہزار سونے کے اشرفیاں انعام میں دے گا۔

منادی کرنے والے ڈھول بجا کر بغداد کے گلی کوچوں میں ٹوپی کی گمشدگی کا اعلان کر رہا تھا۔

اعلان سن کر مرد گھروں سے باہر نکل آئے، عورتیں اور بچے چھتوں پر سے جھانکنے لگے۔ لوگ ٹوپی جیسی معمولی چیز پر اتنے بڑے انعام کا سن کر حیران ہو رہے تھے۔ بہت سے لوگ تو اسی وقت ٹوپی ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔

ہوتے ہوتے یہ خبر ڈاکوؤں تک بھی جا پہنچی، جو قریبی جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی نے اپنے سردار کو مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم میں سے کوئی عام آدمی کے بھیس میں جائے اور یہ کہہ کر راستے میں پڑی ملی ہے، یہ اسے دے کر ہزار اشرفیوں لے آئے، سردار کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ وہ بولا: ”جب یہ ٹوپی ابوعلی جیسے معمولی تاجر کو امیر بنا سکتی ہے تو میں پہلے ہی بہت مال دار ہوں، ہو سکتا ہے میری قسمت چمکے اور میں بغداد کا خلیفہ بن جاؤں۔“

یہ کہہ کر اس نے ٹوپی پہن لی اور محلوں اور ریشمی لباسوں کے خیالوں میں گم ہو گیا۔

دوسرے ڈاکو منھ لٹکا کر خاموش ہو گئے۔

ان ڈاکوؤں میں ایک نیک آدمی بھی تھا۔ وہ مجبوراً ڈاکو بن گیا تھا اور اب اس بُرائی سے نکلنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس رات پہرے پر اس کی باری تھی۔ جب سب ڈاکو سو گئے تو اس نے خاموشی سے ٹوپی اُٹھائی اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابو علی اپنے گھر میں جاگ رہا تھا، اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے جھانک کر دیکھا اور غصے سے بولا: ''اتنی رات کو کون آیا ہے؟''

''میں تمھاری ٹوپی کی خبر لایا ہوں۔'' ڈاکو بولا۔

ابو علی پہلے تو ڈرا، پھر ہمت کر کے اسے اندر بلایا۔ ڈاکو نے تمام بات بتائی اور بولا: ''میں ٹوپی لایا ہوں، لیکن اس شرط پر دوں گا کہ مجھے ایک تیز رفتار گھوڑی بھی دو، تاکہ میں ڈاکوؤں کو خبر ہونے سے پہلے یہاں سے دور نکل جاؤں۔''

ٹوپی دیکھتے ہی ابو علی بے قرار ہو گیا اور فوراً اپنے پڑوسی دوست سے اُدھار ایک ہزار اشرفیاں لا کر اسے دے دیں۔ پھر اسے اصطبل میں لے گیا، جہاں ڈاکو نے ایک گھوڑی پسند کر لی۔

ابو علی بولا: ''تم اچھے آدمی ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمھیں اپنے دوست کے نام رقعہ لکھ دیتا ہوں، جو استنبول میں تاجر ہے۔ وہ تمھیں کام جمانے میں مدد دے گا۔''

ڈاکو خوشی سے راضی ہو گیا اور رقعہ لے کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔

ابو علی ٹوپی پا کر بہت خوش تھا۔ دوسرے دن وہ کوتوالی گیا اور داروغہ کو تمام بات بتائی۔ اس نے ڈاکوؤں کے ان کے ٹھکانے کا پتا بھی پوچھ لیا تھا۔ داروغہ نے وہاں چھاپہ مارا۔ سب ڈاکو پکڑے گئے اور لوٹ کا مال بھی برآمد ہو گیا۔ ابو علی کو بھی اپنی سب دولت واپس مل گئی۔

دن اسی طرح گزر رہے تھے کہ وہ بازار سے گزر رہا تھا، اور بہت سے لوگ بھی بک رہے تھے۔ ... والے ہر کس پیسے اور پگڑیاں سر پر جمائے آ جا رہے تھے۔ وہاں ایک بڑا کا چیلوں ... اُڑ رہا تھا۔ بے شمار چیلیں اور کوّے تیزی سے جھپٹ رہے تھے۔ اچانک ایک چیل آئی اور ابو علی کی لال ٹوپی چونچ میں دبا کر اُڑ گئی۔ ابو علی کی چیخ نکل گئی۔ چیل اُڑ رہی تھی اور ٹوپی اس کی چونچ میں دبی تھی۔

ابو علی چلّایا: ''ارے پکڑو، ارے پکڑو، کوئی ہے جو اسے پکڑے؟''

اس کی چیخ و پکار سے بازار میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ آپس میں ٹکرا گئے، ان کی ... کھل گئیں، خوانچہ فروشوں کے خوانچے اُلٹ گئے اور وہ آپس میں لڑنے لگے۔ ابو علی چیل پر نظر جمائے دوڑ رہا تھا۔ لوگوں کا ہجوم اس کے ساتھ تھا۔ چیل کچھ دور اُڑنے کے بعد ایک اونچے مینار پر جا بیٹھی۔ وہ صدیوں پرانا مینار تھا، جو کسی بادشاہ نے بنوایا تھا۔ مینار کا دروازہ بعد میں کسی وجہ سے بند کر دیا گیا تھا۔ ابو علی چلّا رہا تھا: ''ارے کوئی ہے جو اوپر چڑھ کر میری ٹوپی لا دے؟''

کسی نے کہا: ''عمر اونچی جگہوں پر چڑھنے میں ماہر ہے۔''

''جاؤ، عمر کو بلا لاؤ، جلدی کرو۔'' ابو علی بولا۔

اتفاق سے شور سن کر عمر خود ہی وہاں چلا آیا۔ ابو علی اس کی منت سماجت کرنے لگا۔

وہ بولا: ''یہ خطرناک کام ہے اور مینار پر تو میں کبھی نہیں چڑھا۔''

''میں تمھیں انعام دوں گا۔'' ابو علی نے کہا۔

''ایک ہزار اشرفیاں لوں گا۔'' عمر نے کہا۔

ابو علی کی تو جان پر بنی تھی، وہ بولا: ''ہاں ٹھیک ہے۔''

عمر مہارت سے اوپر چڑھا اور ٹوپی اُتار لایا۔ مجمع نے خوب تالیاں بجائیں۔ ابو علی

نے جھپٹ کر ٹوپی سر پر رکھی تو اس کی جان میں جان آئی۔ ایک ہزار سونے کی اشرفیاں
سے عمر کو بھی دینی پڑیں۔ تحفے میں ملی ہوئی ٹوپی سے بہت مہنگی پڑ رہی تھی۔

اب وہ اسے بہت احتیاط سے رکھتا تھا، لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ ایک دن ابو علی
اپنے کنبے کے ساتھ دریا کی سیر کر رہا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ ابو علی
جھک کر پانی میں کچھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہوا سے ٹوپی اُڑ کر دریا میں جا گری۔ وہ اسے
پکڑنے کے لیے پانی میں کود گیا اور ڈوبنے لگا، کیوں کہ اسے تیرنا نہیں آتا تھا۔ ملاح نے
اس کی جان بچائی۔ وہ پانی میں شرابور "میری ٹوپی ... میری ٹوپی" چلا رہا تھا، لیکن ٹوپی
لہروں میں بہ کر کہیں غائب ہو چکی تھی۔ ملاح کشتی میں بیٹھا اس کی ٹوپی ڈھونڈتا رہا، لیکن
اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ گھر آ کر ابو علی بیمار ہو گیا۔ اگلے دن وہ پھر دریا پر پہنچا اور ملاحوں اور
مچھیروں کی منت سماجت کی کہ اس کی ٹوپی ڈھونڈ دیں۔ وہ مچھیروں سے کہتا، اس کی جگہ
جال ڈالیں، شاید جال میں پھنس کر نکل آئے، لیکن ٹوپی نہیں ملی۔

دن گزرتے رہے۔ وہ افسردہ حالت میں دکان پر جاتا اور خاموش بیٹھا رہتا۔ اسی
دوران اتفاق سے پڑوسی ملکوں میں جنگ چھڑ گئی۔ جس کی وجہ سے قافلے آنے بند
ہو گئے۔ کاروبار مندا ہو گیا۔ وہ دکان سے جلدی اُٹھ آتا اور بیماروں کی طرح گھر میں پڑا
رہتا۔ اس کی بیوی بھی پریشان رہتی تھی۔ ان کے برابر میں ایک ہوشیار لڑکا رہتا تھا۔ ایک
دن وہ اس کی بیوی کے پاس آیا اور بولا: "اگر میں ابو علی کی ٹوپی لا دوں تو مجھے کیا انعام
ملے گا؟"

بیوی تنگ آئی ہوئی تھی، وہ بولی: "تم بھی ایک ہزار سونے کی اشرفیاں لے
لینا۔"

لڑکا چلا گیا۔ وہ کئی دن تک بازار کے چکر لگاتا رہا۔ بازار مندا تھا، لیکن اکا دکا

قافلے اب بھی آ جاتے تھے۔ وہ قافلوں کے آس پاس منڈلاتا رہتا۔ آخر اس کی محنت رنگ
لائی اور ترکی سے آئے ہوئے ایک قافلے کے ایک مزدور کے پاس اسے ابو علی جیسی ٹوپی
نظر آ گئی۔

جب اس نے مزدور کو دگنی قیمت دے کر ٹوپی خریدنا چاہی تو مزدور حیران رہ گیا۔
اس نے فوراً ٹوپی اسے دے دی۔ لڑکا ٹوپی ابو علی کے پاس لے آیا۔ ابو علی ٹوپی دیکھ کر
بہت خوش ہوا۔ وہ ویسی ہی پرانی اور ایک مزدور کی ٹوپی تھی، جسے وہ اپنی سمجھ رہا تھا۔ اس نے
اپنی خوشی میں ہزار اشرفیاں لڑکے کو دے دیں۔ اس کی سب جمع پونجی ختم ہو گئی تھی۔ اسی
دن جنگ رک گئی۔ اس کا کام پہلے کی طرح چلنے لگا اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔ ☆

دنیا کا سب سے چھوٹا ریوالور

سوئٹزر لینڈ کی ہتھیار بنانے والی ایک کمپنی نے دنیا کا سب سے چھوٹا
ریوالور بنایا ہے۔ اس میں ایک عام بڑے ریوالور کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔
دو اعشاریہ چونتیس-ایم ایم نال والی اس ریوالور کی لمبائی پانچ اعشاریہ
پانچ سینٹی میٹر، اونچائی تین اعشاریہ پانچ سینٹی میٹر اور چوڑائی صرف ایک سینٹی میٹر ہے۔
۲۷۰ میل فی گھنٹے کی رفتار سے گولی فائر کرنے والے اس ریوالور سے
لیا جانے والا نشانہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔
اس ریوالور کو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

مرسلہ: مہک اکرم، لیاقت آباد

حیاتِ شہید حکیم محمد سعید

غلام حسین میمن

معلومات کے آئینے میں

• شہید حکیم محمد سعید ۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

• ان کے والد حکیم حافظ عبدالمجید کا انتقال ۲۲ جون ۱۹۲۲ء کو ہوا۔

• شہید حکیم محمد سعید کے چار بہن بھائی تھے۔ حکیم عبدالحمید، حافظ عبدالوحید، حمیدہ بیگم اور محمودہ بیگم۔

• شہید حکیم محمد سعید کی والدہ کا نام رابعہ اور اہلیہ کا نام نعمت بیگم تھا۔

• شہید حکیم محمد سعید کی ایک ہی بیٹی محترمہ سعدیہ راشد ہیں، جو ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی صدر ہیں۔

• شہید حکیم محمد سعید کے داماد بیرسٹر راشد منیر احمد ہیں۔ حکیم صاحب کی تین نواسیاں ڈاکٹر ماہم منیر احمد، بیگم آمنہ ہمایوں میاں اور فاطمۃ الزہرہ فرخ امداد۔

• شہید حکیم محمد سعید نے پانچ سال کی عمر میں قرآن حکیم ناظرہ ختم کر لیا تھا۔ انھوں نے نو سال کی عمر میں اپنے بزرگوں کے ساتھ پہلا حج کیا۔ انھوں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا تھا۔

• حکیم محمد سعید نے پہلی تراویح تیرہ سال کی عمر میں مسجد حوض قاضی، دہلی میں پڑھائی۔

• ۱۶ سال کی عمر میں انھوں نے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیا۔ اسی سال باقاعدہ روزنامچہ (ڈائری) لکھنا شروع کیا۔

• ۱۹ سال کی عمر میں طب کا امتحان پاس کیا اور اگلے سال ہی سے دوا سازی اور دوسرے کاموں میں بڑے بھائی حکیم عبدالحمید کا ہاتھ بٹانے لگے۔ اسی سال سے ہمدرد صحت

دہلی کے مدیر کی حیثیت سے ان کا نام شائع ہونے لگا۔

☆ ۹ جنوری ۱۹۴۸ء کو عین اپنی بیسویں سال گرہ کے دن ہمیشہ کے لیے پاکستان تشریف لے آئے۔ ایک اسکول میں درس و تدریس سے نئے ملک میں زندگی کا آغاز کیا۔ پھر مطب ہمدرد سے خاندانی کام شروع کیا۔

☆ اپنے ذاتی ادارے ہمدرد کو ۱۹۵۳ء میں قوم کے نام وقف کر دیا۔ اسی سال بچوں کے لیے ماہ نامہ "ہمدرد نونہال" جاری کیا۔ جناب مسعود احمد برکاتی روز اول سے ہی اس کے نگران بنائے گئے۔

☆ ۴ اگست ۱۹۵۸ء کو محترمہ فاطمہ جناح کے ہاتھوں جامعہ طبیہ شرقیہ کے نام سے طبیہ کالج کا افتتاح کروایا۔

☆ ۹۶۱ء میں شام ہمدرد اور ۹۸۵ء میں بزم ہمدرد نونہال، ہمدرد نونہال اسمبلی کا آغاز ہوا۔

☆ شہید حکیم محمد سعید ۱۹۷۹ء میں صدر پاکستان کے مشیر طب بنائے۔

☆ ۱۹۸۳ء میں انھوں نے اپنے عظیم منصوبے "مدینۃ الحکمت" کے لیے دو سو ایکڑ زمین خریدی اور پاکستان کے ممتاز ادیبوں اور دانشوروں سے اس کا سنگ بنیاد رکھوایا۔

☆ ۱۹۸۵ء میں ہمدرد یونی ورسٹی کا سنگ بنیاد مدینۃ الحکمت میں رکھا گیا۔

☆ ۹۸۷ء میں ہمدرد پبلک اسکول کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

☆ ۱۹۹ء میں ہمدرد یونی ورسٹی کو چارٹر (اجازت نامہ) ملا۔ اس کے قیام کے ساتھ ہی شہید حکیم محمد سعید اس کے تاحیات پہلے چانسلر قرار پائے۔

☆ ۹۹۳ء میں وہ سندھ کے گورنر بنائے گئے۔

☆ ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو صبح چھے بجے انھیں ان کے مطب آرام باغ کے سامنے شہید کر دیا گیا۔ اسی روز شام انھیں مدینۃ الحکمت میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

ان کی شہادت کی پہلی برسی پر پاکستان کے محکمۂ ڈاک نے ان پر پانچ روپے مالیت کا یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

☆ انھیں حکومت پاکستان نے ستارۂ امتیاز (۹۶۶ء) دیا تھا۔

☆ ان کی شہادت پر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی مجلس عاملہ نے "شہید پاکستان" کا خطاب دیا۔

☆ حکومت پاکستان کی جانب سے ہر سال ۹ جنوری کو بچوں کا قومی دن منائے جانے کا اعلان ہوا۔ ☆

نپولین کا لکھا انگریزی کا خط

مشہور فرانسیسی جرنیل نپولین بوناپارٹ ۸ مئی ۱۸۰۴ء کو فرانس کا بادشاہ بنا۔ ۱۸۱۵ء میں "واٹرلو" کی جنگ میں شکست کے بعد جنوبی اٹلانٹک کے ایک جزیرے "سینٹ ہیلینا" میں اسے جلاوطن کر دیا گیا۔

قید کے دوران اسے انگریزی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چند ہفتوں کی مشق کے بعد ۹ مارچ ۱۸۰۲ء کو اس نے اپنے ہاتھ سے انگریزی میں ایک صفحے کا خط ایک دوست کو لکھا تھا۔

یہ خط انگریزی کی اغلاط سے پُر تھا۔ دوست نے غلطیوں کی اصلاح کر کے وہ نپولین کو واپس بھیج دیا۔

یہ خط پیرس کے ایک عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

جب یہ خط نیلام کیا گیا تو نیلام کی آخری بولی تین لاکھ پچیس ہزار یورو (چار لاکھ چھے ہزار پینتالیس ڈالر) پر ختم ہوئی۔ ☆

چوہوں کا راج

محمد انوار

بڑے بہادر ہو منے! چوہا مار دیا تم نے

کچن میں ڈیرا ڈالا تھا تنگ بہت کر ڈالا تھا

بہت ہی گڑبڑ پھیلی تھی ہر سو افراتفری تھی

بسکٹ، کیک اور پھل، سبزی کتر کتر ہر شے تھی رکھ دی

ہرگز ہاتھ نہ آتا تھا کسی سے مار نہ کھاتا تھا

کوشش تو کی بہت ہم نے کر نہ سکے، پر کچھ منے!

دوا بھی لا کے ڈالی تھی وہ بھی اس نے کھا لی تھی

ہونا تو آخر یہ ہی تھا چوہا نہ اپنے بس میں تھا

اچھا ہوا تم آگئے آج ختم ہوا چوہوں کا راج

بڑے بہادر ہو منے!
چوہا مار دیا تم نے

بلاعنوان انعامی کہانی

نفیسہ ذکاء بھٹی

ایک شخص کے تین بیٹے تھے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے تینوں بیٹوں کو آپس میں تقسیم کا مسئلہ درپیش ہوا۔ دونوں بڑے بھائی حاسد اور بے وقوف تھے، مگر چھوٹا بھائی نیک تھا۔ جائداد میں ایک حویلی کے علاوہ مال مویشی تھے۔ باقی جائداد تو تقسیم کر لی گئی، مگر ان کے بانٹنے کا وقت آیا تو بڑے بھائیوں کی بدنیتی کی وجہ سے معاملہ ٹھیک طرح سے طے نہیں ہو رہا تھا۔ آخر انھوں نے مویشیوں کی تقسیم کا یہ منصوبہ بنایا کہ ان کو ذبح کر دیا جائے، گوشت بڑے بھائی لے لیں اور کھالیں چھوٹے بھائی کو دے دی جائیں۔

چھوٹے بھائی نے یہ سوچا کہ جو نہیں مل رہا اس کا غم کرنے کی بجائے کچھ پا لینے کا عزم کرنا چاہیے۔ چناں چہ اس نے کھالیں خشک کر لیں۔ ان کو سر پر رکھا اور شہر کی طرف چل دیا۔

راستے میں جنگل تھا۔ ابھی سفر جاری تھا کہ اسے آندھی اور بارش کے طوفان نے آگھیرا۔ [illegible] تھی، مگر وہ مسلسل چلا جا رہا تھا۔ رات ہوئی تو جنگلی جانوروں سے بچنے کے لیے وہ درخت پر چڑھ گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ چوروں کا ایک گروہ کسی امیر کے گھر سے لوٹی گئی اشرفیاں لے کر اس درخت کے نیچے دم لینے کو رکا۔ چوروں نے صلاح مشورے سے تجویز کیا کہ اشرفیاں یہیں آپس میں تقسیم کر لی جائیں۔ رات تاریک تھی۔ کسی نے بھی درخت کے اوپر بیٹھے ہوئے مسافر کو نہیں دیکھا تھا۔ چھوٹے بھائی نے خشک کھالوں کو ہاتھ میں پکڑ کر ہلا دیا۔ کھالوں سے عجیب قسم کی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔

چور سمجھے کہ کوئی جنگلی بلا ہے۔ وہ اشرفیوں کی تھیلی چھوڑ کر وہاں سے سرپٹ بھاگ گئے۔ صبح ہوئی تو چھوٹا بھائی درخت سے نیچے اترا۔ اطمینان سے اشرفیوں کی تھیلی اٹھائی اور گھر آ گیا۔

گھر آ کر بیوی سے کہے گا "دیکھو، مجھے صبر کا پھل مل گیا ہے۔"

بعد میں چھوٹے بھائی نے ایک بڑا سا گھر خرید لیا، پھر بھی بہت سی اشرفیاں بچ گئیں۔ وہ روز تھیلی سے اشرفیاں نکال کر گنتا رہتا تھا۔

ایک روز اُس کی بھابی نے اسے روپے گنتے دیکھ لیا۔ وہ اپنے شوہر سے جا کر کہنے لگی کہ ذرا معلوم کرو تو، چھوٹے بھائی کے پاس کہیں چوری کی اشرفیاں تو نہیں ہیں؟

دونوں بڑے بھائی چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور اس سے اچانک دولت مند بن جانے کا سبب پوچھا۔ موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے چھوٹے بھائی نے فرضی کہانی سنا دی: "دوسرے ملک کے تاجر اس شہر میں آئے ہوئے ہیں، جو کھالوں کا اتنا زیادہ معاوضہ دیتے ہیں کہ غریب بہت امیر ہو جاتے ہیں۔ یہ سارا روپیہ پیسا اُن کھالوں ہی کے بدلے ان تاجروں نے مجھے دیا ہے۔"

اس نے بڑے بھائیوں کی عقل پر پردے ڈال دیے۔ انھیں اپنے مویشیوں کا گوشت بیچ کر جو روپے ملے تھے، ان سے دوبارہ جانور خریدے اور ذبح کر کے ان کی کھالیں جمع کیں۔ انھیں سکھایا اور شہر جا کر گلی گلی آوازیں لگانے لگے "کھالیں لے لو، کھالیں لے لو۔"

ایک دو گاہکوں نے جب رک کر دام پوچھے تو کہنے لگے "کھالوں کا معاوضہ اشرفیوں کی ایک بوری ہے۔" جس نے سنا، وہ خوب ہنسا۔ لوگ سمجھے، یہ دیوانے ہیں، مگر وہ کسی کی طرف دھیان دیے بغیر پکارتے رہے "کھالیں لے لو، کھالیں لے لو۔" آخر وہ پوری طرح مایوس ہو گئے تو تھکے ماندے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

اب ان کو چھوٹے بھائی کی کارستانی کا صحیح طور پر اندازہ ہوا۔ وہ رنجیدہ تھے۔ ان کے دل میں حسد کی آگ جل رہی تھی۔ دونوں بھائیوں نے چھوٹے بھائی کے گھر کو آگ لگا دی۔

چھوٹے بھائی نے جب اپنا جلا ہوا گھر دیکھا تو اسے بڑا افسوس ہوا، لیکن اس نے پھر بھی ہمت سے کام لیا اور جلے ہوئے گھر کی راکھ سے بوری بھری اور گدھے پر لاد کر چل دیا۔ ان

دنوں بادشاہ کا بیٹا گم ہو گیا تھا۔ بادشاہ کی طرف سے اعلان کروایا جا چکا تھا کہ جو بھی اسے ڈھونڈ کر لائے گا، اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ پیچھے سے ایک آدمی چھوٹے سے خوب صورت بچے کو لیے ہانپتا ہوا آیا اور بولا: "بچے کو اُٹھائے پھرتا ہوں، بس اب تھک گیا ہوں۔"

اس نے چھوٹے بھائی سے التجا کی "میں تھک گیا ہوں، تھوڑی دیر گدھے پر بیٹھنے دو۔"

"ہرگز نہیں۔" چھوٹے بھائی نے صاف انکار کر دیا "گدھے پر میں نے جو بوری رکھی ہے، وہ چاندی کے روپوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی قیمتی جگہ تمھیں بٹھا دوں۔"

چھوٹے بھائی نے جھوٹی شان جتائی۔ راہ گیر کو یہ سن کر مجبوراً بتانا پڑا کہ وہ جس بچے کو لیے پھر رہا ہے، وہ دراصل بادشاہ کا گم شدہ بیٹا ہے۔ "میں بادشاہ سے کہوں گا کہ بچے کو میں نے چھڑا کر لایا ہوں، تاکہ انعام پاؤں۔"

چھوٹا بھائی اس شرط پر آمادہ ہو گیا کہ جو انعام ملے گا، اُسے آدھا آدھا بانٹ لیں۔ معاملہ طے ہوتے ہی بچے کو گدھے پر بٹھا کر دونوں انعام لینے کی غرض سے شاہی محل کی طرف چل دیے۔

دونوں جب بادشاہ کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور انعام کے طور پر حکم دیا کہ یہ دونوں جتنی اشرفیاں لے جا سکتے ہیں، ان کو لے جانے دو۔

دونوں نے اشرفیوں کی تھیلیاں ٹھونس ٹھونس کر بھریں اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ

چھوٹے بھائی نے اس بار جب اشرفیوں کی تھیلیاں گھر رکھیں تو اس کی بھابی دوڑی دوڑی شوہر کے پاس گئی اور اس سے لگائی بجھائی کرنے لگی۔ ادھر چھوٹا بھائی بھی اشرفیاں

گئی ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دونوں بھائی جھٹ سے اندر آ گئے۔ ا
بار دونوں نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا "سچ سچ بتاؤ، اتنی دولت تم نے کہاں سے حاصل
ہے؟ گزشتہ بار بھی تم نے غلط بیانی کی تھی، لیکن اب کی بار، اگر تم نے سچ سچ بتا دیا تو ہم تمھیں معا
کر دیں گے۔"

چھوٹے بھائی نے جواب دیا "بادشاہ کو چھپروں اور گھروں کی راکھ کی ضرورت ہے۔ و
اسے دوسرے ملکوں میں بیچتا ہے۔ جو بھی راکھ کی بوری لے جاتا ہے، اسے اجازت مل جاتی ہے ک
وہ اس بوری کو اشرفیوں سے بھر کر لے جائے۔"

دونوں بڑے بھائی اس دفعہ بھی بے وقوف بن گئے اور انھوں نے اپنے چھپروں ا
گھروں کو جلا دیا اور جب راکھ سرد ہو گئی تو اسے بوریوں میں بھر کر بادشاہ کے شہر کی طرف چ
دیے۔ راستے میں جن لوگوں نے بھی دیکھا، وہ ان کی عقل پر شک کرنے لگے۔ بادشاہ کو جب م
ہوا کہ دو آدمی اس کے لیے راکھ کی بوریوں کا نذرانہ لے کر آئے ہیں تو وہ غصے سے آگ بگ
ہو گیا اور بادشاہ کے حکم سے دونوں بھائیوں کی خوب پٹائی کی گئی۔ جب دونوں بھائی مار کھا کر
اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ اب چھوٹے بھائی کو ضرور سزا دینی چاہیے۔

ایک دن وہ چھوٹے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے گھر گئے۔ اس کی بیوی اکیلی تھی
انھوں نے غصے میں اس کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دیا۔

چھوٹا بھائی آیا تو مردہ بیوی کو دیکھ کر انتہائی افسردہ ہوا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے بیوی
نہلا دیا۔ دلھنوں والے کپڑے پہنائے۔ گدھے پر بٹھایا اور اوپر سے کپڑا بھی اوڑھا دیا۔

اب وہ اسے لے کر چل پڑا۔ راستے میں ایک بارات ملی۔ باراتیوں نے حیران ہو
پوچھا "بارات تو ہم لے کر جا رہے ہیں، مگر تم کیسے دلھن کو لے کر کہاں جا رہے ہو؟"

چھوٹے بھائی نے جواب دیا "اب اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے جو اس خوشی کے موقع

ا، نہ دے۔"

باراتیوں نے پوچھا "لیکن تم نے دلھن کو چھپا کیوں رکھا ہے؟"

چھوٹے بھائی نے جواب دیا "میری دلھن بہت خوب صورت ہے۔ میں نہیں چاہتا
کسی کی نظر لگ جائے۔"

بارات کے ساتھ جو عورتیں تھیں، انھیں دلھن دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

چھوٹے بھائی نے اپنی شرط بتاتے ہوئے انھیں تنبیہ کی کہ قریب مت آنا۔ "اگر میری دلھن
دیکھنی ہے تو ایسے دیکھنا کہ اسے کسی کا ہاتھ نہ لگے۔ اگر کسی نے ایک بار بھی اسے چھو لیا تو یہ مر
جائے گی اور اگر یہ مر گئی تو میں اس کے بدلے باراتی عورتوں میں سے جس کو چاہوں، اپنی دلھن
بناؤں گا۔"

باراتی اس کی شرط مان گئے۔ جب عورتیں اس کی دلھن کو دیکھنے کے لیے جھکیں تو
کسی نے ہاتھ کا سہارا ہٹا دیا۔ اس کی بیوی کا مردہ جسم دھڑام سے زمین پر گر گیا۔

چھوٹے بھائی نے رونا دھونا شروع کر دیا "ہائے باراتیوں نے میری دلھن کو
مار دیا۔" سب باراتی سے دلاسا دینے لگے۔ اس نے روتے ہوئے کہا "اب مل کر میری
بیوی کو دفناؤ۔"

جب یہ کام ہو گیا تو اس نے باراتیوں کو شرط یاد دلائی۔ باراتیوں نے کہا "اپنی
نئی دلھن چن لو۔" اس نے باراتی لڑکیوں میں سے ایک خوب صورت سی لڑکی کو اپنی
دلھن بنانے کے لیے منتخب کر لیا۔

چھوٹا بھائی جب نئی دلھن کو لے کر گھر پہنچا تو اس کی جوان اور خوب صورت دلھن
دیکھ کر اس کے بھائی رشک کرنے لگے۔ خوبرو دلھن کو دیکھ کر وہ یہ تک بھول گئے کہ پچھلی
بار چھوٹے بھائی کی تجویزوں پر عمل کر کے ان کا کیا انجام ہوا تھا۔ مارے شوق کے وہ

چھوٹے بھائی سے پھر پوچھ بیٹھے کہ اتنی حسین و جمیل دلھن وہ کہاں سے اور کیسے لایا ہے؟

چھوٹے بھائی نے اعتماد سے بتایا کہ فلاں شہر میں مُردے خریدے جا رہے ہیں عورت کی لاش کے بدلے دوشیزہ اور مرد کی لاش کے بدلے خوب صورت جوان ملتا ہے۔

دونوں بھائیوں نے جگہ کا پتا معلوم کیا۔ رات کو سوتے میں اپنی اپنی بیویوں کی گردنیں دبا کر مار دیں اور صبح کو ان کی لاشیں اُٹھا کر چل دیے۔ راستے میں وہ آوازیں لگاتے رہے: ''مُردے خرید لو۔ مُردے خرید لو۔''

لوگوں نے سوچا، ضرور یہ دونوں مجرم ہیں۔ معلوم نہیں کن بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر ان کے مردے بیچ رہے ہیں۔

کسی نے جا کر بادشاہ سے شکایت کر دی۔ بادشاہ نے غضب ناک ہو کر کوتوال کو ان کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔

دونوں بڑے بھائی ابھی پکارتے پھر رہے تھے کہ چاروں طرف سے بادشاہ کے سپاہیوں نے انھیں گھیر لیا اور دونوں کو گرفتار کر لیا۔ کوتوال نے ان کی خوب مرمت کی اور قید خانے کی کال کوٹھری میں ڈال دیا۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۲ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات بھیجنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

حکیم محمد سعید کی

کھانا

آنے

میں

انتخاب: افضل احمد خان

ایک بار شہید حکیم محمد سعید اپنے دوستوں کے ساتھ پرانا شملہ سے گزر رہے تھے۔ ساتھ مشہور شاعر نواب سائل دہلوی کے سب سے بڑے بیٹے نواب قطب بھی تھے۔ میں ایک ریستوران پر بورڈ لگا تھا ''چھ آنے میں پیٹ بھر کھانا کھائیے''

نواب قطب نے کہا: ''آو جی، آج کھانا یہیں ہو جائے۔''

حکیم صاحب بھی ان کے ساتھ ریستوراں میں چلے گئے اور آگے کا حال ... سناتے ہیں

"دیکھ کر نان بائی گرم گرم چپاتیاں توے پر ڈال رہا ہے اور لوگ شوق سے کھا رہے ہیں۔ [illegible] پریشان ہو گیا کہ قطب صاحب [illegible] جس کا پیٹ بھی پچکا ہوا تھا، بس نہیں کر رہے۔ چپاتی ہے اور قطب کے پیٹ میں چلی جا رہی ہے۔ ایک بار تو ریستوران والے کو شبہ [illegible] چپاتیاں پیٹ میں جا رہی ہیں یا جیب میں، مگر اسے اس وقت یقین [illegible] کہ جب بھائی قطب صاحب نے ایک چپاتی کے چار ٹکڑے کر کے چار نوالے کر لیے۔ حساب لگایا تو قطب صاحب اکیاون چپاتیاں کھا چکے تھے اور اب یہ غور کر رہے تھے کہ چند چپاتیاں اور کھائیں یا بس کریں۔ نونہالو! دوسرے دن جب ہم دوبارہ وہاں گئے تو ریستوران والے "[illegible]" سے "یہاں پیٹ بھر کر کھانا کھائیے" والا بورڈ ہٹا چکا تھا۔" ☆

مسکراتی لکیریں

"اپنا منھ بند کرو فوراً، میری گڑیا ڈر جائے گی۔"

زکوٹا بونا

معراج

ہامان جادوگر بہت ہی زبردست جادوگر تھا۔ وہ دنیا کی ہر چیز کے بارے میں جانتا تھا۔ وہ دنیا کے گوشے گوشے میں گھوم پھر چکا تھا۔ زمین کے اندر اور باہر کوئی چیز ایسی نہیں تھی جسے وہ دیکھ نہ چکا ہو۔ وہ تمام پریوں اور جادوگروں سے مل چکا تھا۔ سب بازی گروں اور شعبدہ بازوں کو جانتا تھا۔ دنیا بھر میں اس سے زیادہ ذہین، عقل مند اور چالاک کوئی جادوگر نہیں تھا۔

وہ اپنی ہوشیاری اور چالاکی کی وجہ سے بے حد مغرور ہو گیا تھا۔ وہ ہر وقت اپنی بڑائی ہانکتا رہتا۔ اس نے پرستان کے درمیان ایک بہت بڑا قلعہ بنایا تھا، جہاں وہ ہر وقت جادو ٹونے کرنے میں مصروف رہتا۔ اس کے قلعے پر ہر وقت بادل چھائے رہتے اور بجلیاں کڑکتی رہتیں۔ اس کے محل کے نزدیک ہی پرستان کے بادشاہ کا محل تھا۔ بادشاہ اور

...ں میں اکثر اپنی جھاڑوؤں پر بیٹھ کر پہنچے تھے۔ کچھ عقاب یا گدھ کی پیٹھ پر سوا
...۔ کچھ جادوگر سونے اور چاندی کی بنی ہوئی گاڑیوں میں بیٹھ کر پہنچے اور کچھ جادوگر ہوا
...ہوئے پہنچے تھے۔ ایک جادوگر سب کی نظروں سے چھپ چھپا کر پہنچا اور ایک دھماکے
... جادوگر کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ اس کی اس حرکت پر سب جادوگر بے حد خفا ہوئے۔

...رونا پیدل چلتا ہوا ہامان جادوگر کے محل پہنچی۔ وہ چاہتا تھا کہ سب کی نظروں
...پوشیدہ رہے۔ وہ بڑے دروازے سے محل میں داخل ہوا۔ اس نے اپنا برساتی کوٹ
...پر لٹکایا، پھر وہ ہامان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بہت ادب اور تمیز سے ہاتھ
...ٹھان اسی وقت چار آنکھوں والی جادوگرنی بھی وہاں پہنچ گئی۔ اس کی دو آنکھیں تو
...طرف تھیں اور دو پیچھے لگی ہوئی تھیں۔ جادوگر ہامان بھی اس جادوگرنی سے ملنے
...بے تاب تھا، اس لیے اس نے زکوتا کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

پھر اس کے بعد چائے پارٹی ہوئی۔ یہ پارٹی عجیب طرح کی تھی۔ میز پر پلیٹیں، چمچے،
...کانٹے اور پرچ پیالیاں تو موجود تھیں، لیکن کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔

ہامان جادوگر بولا: "آپ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیے۔ آپ جو کچھ بھی
...گے، وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا جائے گا۔"

وہ بھی عجیب منظر تھا۔ جادوگر اپنی اپنی مرضی کے مطابق چیزیں منگواتے رہے۔
...جادوگر نے ڈھول جتنا بڑا کیک منگوایا، جس کے اوپر سیب کے مربے کی تہ جمی ہو۔
...پلک جھپکتے میں یہ کیک حاضر تھا۔

پیسٹری، چاکلیٹ، آئس کریم، میٹھا جوس اور اسی قسم کی بے شمار چیزیں نہ جانے
...سے نمودار ہوتیں اور پلیٹوں میں آ جاتیں۔ ایک جگہ دو جادوگر ساتھ ساتھ بیٹھے

ہوئے تھے۔ ایک جادوگر نے سیب کا مربہ اور لہسن کی چٹنی منگوائی۔ دوسرے جادوگر کو یہ
چیزیں سخت ناپسند تھیں۔ اس نے ان چیزوں کو غائب کرنے کا اشارہ کیا اور پلک جھپکتے ہی
یہ چیزیں غائب ہو گئیں۔ پھر تو بار بار یہ تماشا ہونے لگا۔ ایک جادوگر یہ چیزیں منگواتا،
دوسرا چٹکی بجاتے ہی انھیں غائب کر دیتا۔ آخر جادوگروں نے ضد بازی چھوڑی، وہ
چیزیں منگوائیں، جو دونوں کو پسند تھیں۔

چائے پارٹی کے بعد ہر جادوگر اپنے کرامات دکھانے لگا۔ ایک جادوگر بڑی سی بلی بن گیا،
زکوتا پر حملہ آور ہوا۔ اس نے زکوتا کی ٹانگ پر پنجے مارے اور وہ بے چارہ زخمی ہو گیا۔

زکوتا سوچنے لگا کہ مجھے ان لوگوں میں نہیں ٹھیرنا چاہیے، کیوں کہ جلد ہی میری باری بھی
آجائے گی، مگر مجھے جادو آتا نہیں، اس لیے میری کرکری ہو جائے گی۔ مجھے کہیں چھپ جانا چاہیے۔

وہ بہت خاموشی سے پردے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا اور ایک سوراخ سے یہ سب
کارروائی دیکھنے لگا۔ جادوگر اپنی اپنی باری پر شکلیں بدل بدل کر دکھاتے رہے۔ کوئی اچانک
ہی ڈائنوسار بن جاتا، کوئی ٹانگوں والا اژدہا، کوئی بیل بن کر اچھل کود کرنے لگتا، کوئی تیز
چیتا بن کر دوڑنے لگتا۔ پھر کچھ دیر بعد ہر جادوگر اپنی اصل صورت میں واپس آجاتا۔

سب سے آخر میں ہامون جادوگر کی باری تھی۔ وہ پروں والا جن بن گیا۔ اس کے
منھ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی خوف ناک صورت دیکھ کر سب لوگ سکتے
میں آگئے۔ زکوتا کا حال تو بے حد خراب تھا۔ وہ دیر تک ڈر کے مارے تھر تھر کانپتا رہا۔

ہامان جادوگر بولا: ''میں نے یہ مقابلہ جیت لیا ہے۔ اب دوسرا مقابلہ شروع ہو
جاتا ہے۔ آپ میں سے کس کس کے پاس عجیب و غریب چیزیں ہیں؟''

پارٹی میں شریک جادوگروں نے باری باری اپنی عجیب چیزیں دکھانی شروع کیں۔

جادوگر نے وہ سوئی دکھائی، جو خود بخود کپڑوں کی سلائی کرتی تھی۔ دوسرے نے
ایک گلاس دکھایا، جس شربت کا نام لیا جاتا، گلاس اسی شربت سے بھر جاتا۔ ایک جادوگر
نے والا خرگوش دکھایا۔ ایک جادوگر نے ایسی ٹوپی دکھائی، جس کو پہننے والا نظروں
سے غائب ہو جاتا۔ ایک اور جادوگر نے ایسا کوٹ دکھایا، جسے پہننے والا سب کو بے حد حسین
خوب صورت لگتا تھا۔ سب سے آخر میں ہامان جادوگر نے اپنا تحفہ پیش کیا۔

وہ بولا: ''تم جس چیز کا تصور کرو گے، اس آئینے میں نمودار ہو جائے گی۔''

سب لوگ باری باری اپنے دوستوں اور عزیزوں کا خیال ذہن میں لاتے اور ان کا
چہرہ آئینے میں نمودار ہو جاتا۔ زکوتا بونا سوچنے لگا، کاش ملکہ پری بانو کا چہرہ بھی آئینے
میں دکھائی دے سکے۔

اس کے ساتھ ہی ملکہ کا حسین اور خوب صورت چہرہ آئینے میں نمودار ہوا۔ سب
لوگ اور جادوگر حیرت سے چیخیں مارنے لگے۔ ہامان نفرت سے بولا: ''ملکہ کا منحوس
چہرہ دیکھنے کی خواہش کس بے وقوف نے کی ہے؟''

ہامان نے سب جادوگروں کو غور سے دیکھا، لیکن ہر ایک نے انکار میں سر ہلا دیا۔

آخر ہامان بولا: ''میں یہ مقابلہ بھی جیت گیا ہوں۔ اب مقابلے کا تیسرا دور
شروع ہوتا ہے۔ اگر میں یہ مقابلہ بھی جیت گیا تو تمھیں تسلیم کرنا ہو گا کہ میں تمھارا بادشاہ
ہوں۔ تم کسی ایسی چیز کا نام لو، جو میں نے کبھی نہ دیکھی ہو۔''

ہامان جادوگر کی باتیں سن سن کر ہر جادوگر مشتعل ہو رہا تھا، کیوں کہ کوئی جادوگر بھی
نہیں چاہتا تھا کہ ہامان بادشاہ بنے۔ بس وہ ایسی چیزوں کے بارے میں سوچنے لگے کہ جو
نادر اور نایاب ہوں اور بہت کم لوگوں نے ان کے بارے میں سنا یا دیکھا ہو۔

ہامان قہقہہ لگا کر بولا ''میں سمجھ گیا کہ تم کوئی ایسی چیز نہیں جانتے، جسے میں نے
دیکھا ہو۔ تم سب میرے مقابلے میں نرے احمق اور گاؤدی ہو۔''

سب جادوگروں نے غصے میں بڑبڑانا شروع کیا۔ اگر ہامان اتنا طاقت ور جادوگر نہ
ہوتا تو وہ اُسے مینڈک یا چھپکلی بنا ڈالتے۔ وہ واقعی بہت ہوشیار اور چالاک جادوگر
تھا۔ دوسرے جادوگر سوچنے لگے کہ اگر یہ مقابلہ بھی اس کے ہاتھ رہا تو وہ جادوگروں کا بادشاہ
بن ہی جائے گا۔

ایک جادوگر بولا ''کیا تم نے بونوں کے ملک میں ستارے کی شکل کا لیمپ دیکھا
ہے، جس سے بونا نگری میں روشنی رہتی ہے؟''

ہامان بولا ''ہاں، ایک بار میں نے اس زور کی پھونک ماری کہ لیمپ بجھ گیا تھا۔''

دوسرا جادوگر بولا ''کیا تم نے وہ جادوئی چھڑی دیکھی ہے، جو پرستان کی ملکہ کے
قبضے میں ہے؟ یہ چھڑی جس صندوقچی میں ہے، اس کی چابی ملکہ کی جیب میں رہتی ہے۔ اس
کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس چھڑی کو ملکہ پرستان کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا۔''

ہامان بولا ''ایک دن میں نے ملکہ پرستان کی چابیوں کا گچھا چرا کر الماری کھول
اس جادوئی چھڑی کو دیکھا تھا۔ تم جادوئی چھڑی پر میرا بنایا ہوا نشان دیکھ سکتے ہو۔''

تیسرا بولا ''کیا تم نے جنوں کے بادشاہ کا اُڑنے والا قالین بھی دیکھا ہے؟ اس
کے متعلق مشہور ہے کہ جنوں کے بادشاہ کے سوا کسی اور نے یہ قالین نہیں دیکھا۔''

ہامان بولا ''یہ قالین بھی میرا دیکھا ہوا ہے۔ میں نے جنوں کے بادشاہ کو ایک
سکھایا تھا۔ اس کے بدلے میں اس نے مجھے قالین دیکھنے کی اجازت دی تھی۔''

چوتھا جادوگر بولا ''کیا تم نے خوب نگر کے شہزادے کی گانے والی مچھلی دیکھی ہے؟''

ہامان جادوگر قہقہہ لگا کر بولا ''ہاں دیکھی ہے، اور اس کا گانا بھی سنا ہے۔''

پانچویں جادوگر نے پوچھا ''کاشی پور کے مندر میں جو سیڑھی ہے، اس کے آخری
پائے پر کیا لکھا ہے؟''

ہامان جادوگر نے اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورا اور بہت غصے والے لہجے میں بولا
''کاشی پور کے مندر میں کوئی سیڑھی نہیں ہے۔ تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔''

جادوگر نے اقرار کیا کہ واقعی اس نے ہامان کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔

ہامان جادوگر سخت لہجے میں بولا ''اس بات سے خبردار رہو کہ اب اگر کسی نے میرے
ساتھ چالاکی کی تو میں اسے ہرگز معاف نہ کروں گا اور بادشاہ بننے کے بعد سخت سزا دوں گا۔''

یہ سوال و جواب کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا، لیکن کوئی بھی ہامان جادوگر سے ایسا
سوال نہ کر سکا، جس کا جواب اسے نہ آتا ہو۔ یہ بات یقینی تھی کہ اب ہامان سب جادوگروں
کا بادشاہ بن جائے گا۔

جب سب جادوگر اپنا اپنا سوال کر چکے تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ہامان اپنی جگہ
کھڑا ہو گیا اور بولا ''تم میں سے کوئی اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ بہتر ثابت نہ کر سکا۔ اس
لیے میں اپنے آپ کو جادوگروں کا بادشاہ ہونے کا اعلان کرنے والا ہوں۔''

بہت سے جادوگر اور جادوگرنیاں یکلخت بول اُٹھے ''ہم کسی بادشاہ کو نہیں
مانتے۔ تم تو بے حد مغرور ہو، خوشامد پسند، شریر اور مکار شخص ہو۔''

ہامان غصے سے گرج کر بولا ''خبردار، میرے سامنے آیندہ کوئی گستاخی نہ کرنا،
ورنہ سخت سزا دوں گا۔''

سب جادوگر سہم کر رہ گئے۔

تب ہامان بولا ''یہ آخری موقع ہے۔ تم کوئی ایسی چیز بتاؤ، جسے میں نے نہ دیکھا ہو۔ اگر تم نے کوئی ایسا سوال کر لیا، جس کا جواب میں نہ دے سکا تو میں فوراً ہوا میں تحلیل ہو جاؤں گا اور کبھی لوٹ کر نہ آؤں گا۔ اگر تم لوگ ہار گئے تو میں خود بخود تمھارا بادشاہ بن جاؤں گا، پھر تمھاری بدتمیزیوں اور گستاخیوں پر تمھیں سخت سزا دوں گا۔''

سب جادوگر اور جادوگرنیاں پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اب کیا ہوگا؟ ایک جادوگر بدحواسی میں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ اس کا پاؤں زکوٹا بونے کے پاؤں پر جا پڑا۔ زکوٹا کی چیخ نکل گئی۔ سب جادوگر چیخنے لگے کہ یہ پردے کے پیچھے کون چھپا ہے۔ ایک جادوگر نے پردہ ہٹا دیا۔ زکوٹا بونا چمک دار بھڑکیلے کپڑے پہنے ہوئے کھڑا تھا۔ اس کے سر پر اونچی کلغی والی ٹوپی تھی۔ زکوٹا نے سب کو جھک کر سلام کیا اور ہنس کر بولا

مرا جادو ہے مشہور، مجھ سے رہنا دور دور
جو مجھ سے ٹکرائے گا، وہ بچ کر کہیں نہ جائے گا

ہامان نے زکوٹا کو حقارت سے دیکھا اور اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے بولا ''چہ پدی چہ پدی کا شوربہ۔ میاں صاحب زادے! ابھی تو تمھارے دودھ کے دانت بھی نہیں گرے۔ تم مجھ سے کیا مقابلہ کرو گے۔ اچھا تم کوئی ایسا سوال کرو، جس کا میں جواب نہ دے سکوں۔ اگر تم ہار گئے تو میں تمھیں سخت سزا دوں گا۔ ممکن ہے میں تمھیں چھپکلی بنا دوں یا مینڈک۔''

زکوٹا بونے نے اپنے ہاتھ جیب میں ڈالے اور سوچنے لگا کہ اس جادوگر سے کیا سوال کرنا چاہیے؟ اس کا دایاں ہاتھ سیب پر لگا۔ اس نے یہ سیب آج صبح شاخ سے توڑا تھا۔ اچانک ہی اسے ایک لاجواب خیال سوجھا۔

زکوٹا دلیری سے بولا ''تم نے میرا مذاق اُڑا کر اچھا نہیں کیا۔ ابھی سب لوگ

...دیکھیں گے۔ ہاں، اب تم غائب ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

سب جادوگر اور جادوگرنیاں زکوٹا بونے کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ ہامان کا غصے سے بُرا ...۔ وہ چیخ کر بولا ''پوچھو، تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟''

زکوٹا بونے نے سیب کو جیب سے باہر نکالا اور میز پر رکھ دیا۔ زکوٹا نے کہا ''کیا تم نے اس سیب کے بیجوں کو دیکھا ہے؟'' یہ کہہ کر زکوٹا بونے نے قہقہہ لگایا۔ ہامان جادوگر کا منھ ...۔ یہ سوال بے حد آسان تھا، لیکن ہامان کے لیے اس سوال کا جواب دینا ناممکن تھا۔

ہامان جادوگر بولا ''نہیں، سیب کو کاٹے بغیر اس کے بیجوں کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔''

ہامان پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور وہاں پر موجود سب جادوگر اور جادوگرنیاں قہقہے لگانے لگے۔

ہامان بولا ''یہ سوال ہی غلط ہے۔''

زکوٹا بونا ہنس کر بولا ''سوال بالکل ٹھیک ہے۔ تم نے سب جادوگروں کے سامنے کہا تھا کہ تم ہر سوال کا جواب دے سکتے ہو۔ اگر تم کسی سوال کا جواب نہ دے سکے تو تم ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاؤ گے۔''

ہامان جادوگر کو پسینا آ گیا۔

زکوٹا چیخ کر بولا ''میرے سوال کا جواب دو، کیا تم نے سیب کے بیجوں کو دیکھا ہے؟''

سب طرف سے آوازیں آنے لگیں ''جواب دو، جواب دو۔''

زکوٹا تالیاں بجا بجا کر گانے لگا! ''ظالمو! جواب دو۔ ظلم کا حساب دو۔''

ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں ''جواب دو، جواب دو۔''

ہامان جادوگر کو کہنا پڑا ''میں نے ان بیجوں کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''

اس کے ساتھ ہی تیز آندھی آئی اور ہوا کے جھکڑ کے ساتھ ہی جادوگر ہامان سب کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

سب جادوگروں اور جادوگرنیوں نے اس کے غائب ہونے پر جشن منایا اور ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے۔ بہت سے جادوگروں نے زکوٹا کو تحفے بھی دیے۔ سب کے جاتے ہی زکوٹا یہ سب تحفے اور ہامان جادوگر کا جادوئی آئینہ اٹھا کر تیزی سے کی طرف بھاگا۔ جوں ہی وہ محل کی سیڑھیاں اُتر کر کھلے میدان میں پہنچا، ایک آواز سنائی دی۔ زکوٹا بونے نے مڑ کر دیکھا تو ہامان کا محل نیلے رنگ کے دھوئیں میں تبدیل ہو کر غائب ہو رہا تھا۔

زکوٹا خوشی سے ناچنے لگا۔ وہ تیز تیز چلتا ہوا سیدھا بادشاہ اور ملکہ کی خدمت میں پہنچا۔ وہ بھی زکوٹا کے اس کارنامے پر بے حد خوش ہوئے اور اسے بہت بڑے انعام سے نوازا۔

بجلی اور احتیاط

آج کل ہمارے ملک میں بجلی کی کمی کی ہر شخص شکایت کرتا ہے اور خود نہیں کرتا، بجلی کی کمی کا مقابلہ ایک تو حکومت کی صحیح کوششوں سے ہو سکتا ہے، دوسری تدبیر یہ ہے کہ ہر شخص بجلی کم سے کم خرچ کرنے کی کوشش کرے۔ گھر میں بے ضرورت بجلی استعمال نہ کرے۔ دفتر میں بجلی سے روشنی میں سلیقے سے کام لینا چاہیے، مثلاً رمضان میں جو وقفہ ہوتا ہے، اس میں بجلی بچائی جا سکتی ہے۔ بعض لوگ بلکہ اکثر لوگ ''واش روم'' میں جاتے وقت بلب روشن کر دیتے ہیں، پھر بند کر کے نہیں کرتے۔ ایک اور عادت عام ہو گئی ہے کہ دن میں کام اور کاروبار دیر سے شروع کرتے ہیں اور رات دیر تک دکانیں کھلی رکھتے ہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ دن کی روشنی سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر ہم اسی طرح کفایت اور سادگی سے کام لینے کی عادت ڈالیں تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

مسعود احمد برکاتی کی ''پہلی بات'' سے اقتباس

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے۔ اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں وہ صاف صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

عدل و انصاف

مرسلہ : نثار خان اورکزئی، کراچی

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید اور ایک یہودی کا مقدمہ قاضی امام ابو یوسفؒ کی عدالت میں پیش ہوا، تو وہ دونوں آپ کے پاس عدالت میں حاضر ہوئے۔ یہودی معمولی رعایا ہونے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار تھا، اس لیے وہ خلیفہ سے دور پیچھے ہٹ کر قاضی ابو یوسفؒ کے سامنے بیٹھ گیا۔ قاضی صاحب سے یہ تفریق برداشت نہ ہوئی اور کھلی عدالت میں یہودی سے کہا: ''ذرا آگے اور قریب آ کر خلیفہ کے برابر بیٹھ جاؤ۔ یہ شرعی عدالت ہے یہاں ایک کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ عدل و انصاف کی عدالت میں بادشاہ اور فقیر سب برابر ہیں۔''

تین چیزیں

مرسلہ : نور محمد، خیر پور میرس

جسٹس کیانی مرحوم نے ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں نے جاتے وقت ہم سے تین چیزیں لے لیں:

☆ خوفِ خدا

☆ قانون کا احترام

☆ وقت کی قدر و قیمت کا احساس

میں نے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھا، تو میرا دل واقعی ان تینوں سے خالی تھا۔

سنہری اقوال

مرسلہ : صبا دعا، جھنگ

❁ جو شخص دوسروں کو غمگین دیکھنا چاہتا ہے، وہ خود بھی کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔

❁ ہمیشہ صندل کے درخت کی طرح رہو، جو اپنے کاٹنے والوں کو بھی خوش بو دیتا ہے۔

❁ کسی کی طرف مسکرا کر دیکھنا بھی ایک

خدقی خوبی ہے، کیوں کہ آپ کی مسکراہٹ چند لمحوں کے لیے اس کی اُداسی ختم کر سکتی ہے۔

☆ اس دنیا کے لوگوں سے کچھ مانگنے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا جائے، کیوں کہ دینے والی ذات تو وہی ہے۔

☆ خوب صورت ہونا اہم نہیں ہے، بلکہ اہم ہونا خوب صورتی ہے۔

معلوماتِ پاکستان

مرسلہ : سعدیہ راحیل ملتانی، کراچی

☆ پھلوں کے بادشاہ آم کی پیداوار میں پاکستان خود کفیل ہے۔

☆ پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ کا ڈیزائن عبدالرحمن چغتائی نے بنایا تھا۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان کا ہے۔

☆ اسلام آباد کی فیصل مسجد کا ڈیزائن ترکی کے ایک انجینئر نے بنایا تھا۔

☆ پاکستان کا درہ خنجراب، دنیا کا بلند ترین درہ ہے۔

ذہانت

مرسلہ : راجہ نزہت حیات جنجوعہ، پنڈ دادن خان

سکھ سلطنت کے مشہور مہاراجا رنجیت سنگھ کے بچپن ہی میں اس کی ایک آنکھ چیچک کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھی۔ ایک بار مہاراجا نے شاہی مصور کو اپنی ایک حسین و جمیل تصویر بنانے کے لیے کہا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر تصویر پسند نہ آئی تو اسے کو قتل کر دیا جائے گا۔

مصور نے ہر زاویے سے چہرے کا جائزہ لیا، لیکن کانے پن کی وجہ سے بات نہ بن سکی۔

آخر مصور نے ایک ایسی تصویر بنا کر مہاراجا کو پیش کی، جو رنجیت سنگھ کو بہت پسند آئی۔ اُس نے مصور کو مالا مال کر دیا۔ تصویر میں مہاراجا رنجیت سنگھ تیر کمان سے ایک آنکھ بند کر کے ہرن کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس طرح آنکھ بند کرنے سے مہاراجا کی کانی آنکھ کا عیب بھی چھپ گیا اور مصور کی ذہانت نے اُس کی جان بھی بچا لی اور وہ انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

دل چسپ معلومات

مرسلہ : واجد نگینوی، کراچی

☆ بندر جگنو کے قریب نہیں جاتے، کیوں کہ وہ اس کو آگ کا شعلہ سمجھتے ہیں۔

☆ مچھلی کے پپوٹے نہیں ہوتے، اس لیے اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔

☆ کیکڑے کے دانت پیٹ میں ہوتے ہیں۔

☆ ہاتھی اور گھوڑا کھڑے کھڑے سو جاتے ہیں۔

☆ کتے کا پسینا جسم کے بجائے زبان پر آتا ہے۔

☆ مگر مچھ کی زبان نہیں ہوتی۔

مرغ اور ہیرا

مرسلہ : اویس احمد، کراچی

ایک دفعہ ایک مرغ کو کوڑے کا ڈھیر نظر آیا۔ اس نے اسے کریدنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی نظر ایک ہیرے پر پڑی۔ ہیرا دیکھ کر مرغ کہنے لگا: ”میں مانتا ہوں کہ تیری قیمت بہت زیادہ ہے، لیکن مجھے تجھ سے فائدہ کیا ہو گا۔ اگر تو کسی جوہری کو ملتا تو وہ تیری قدر کرتا۔ تجھے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتا، جو تجھے اپنے تاج کی زینت بناتا۔ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں۔ تیری جگہ مجھے اناج کا دانہ مل جاتا تو بہتر ہوتا، کیوں کہ اس سے میری بھوک تو ختم ہو جاتی۔“

خروشیف

مرسلہ : عزیزے نیازی، میانوالی

روس کے سابق وزیرِ اعظم خروشیف ایک مرتبہ بڑے جلسے میں تقریر کر رہے تھے اور موضوع تھا ”اسٹالن کے مظالم“۔ خروشیف نے اسٹالن کے ظلم و جبر اور زیادتی کی ایسی داستانیں سنائیں کہ مجمع دم بخود سنتا رہا۔ مجمع میں سے کسی نے ہمت کر کے ایک چھوٹے سے کاغذ کے پرزے پر لکھا: ”جب یہ سارے مظالم ہو رہے تھے، اس وقت آپ کیا کر رہے تھے؟ آپ نے اس ظلم و جبر کے خلاف کیا کیا؟“

یہ پرزہ خروشیف تک پہنچ گیا۔ انھوں نے اسے پڑھا اور تھوڑی دیر خاموش کھڑے رہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ لاجواب ہو گئے ہیں، لیکن تھوڑی دیر بعد ڈانٹ کر بولے: ”جن صاحب نے یہ سوال کیا ہے، وہ کھڑے ہو جائیں۔“

کوئی نہ بولا، سناٹا چھا گیا۔ خروشیف نے

پھر کہا: "جس نے سوال کیا ہے، کھڑا ہو جائے۔"
سوال کرنے والا پھر بھی خاموش رہا۔
خروشیف نے جواب دیا: "اسٹالن کے ظلم و ستم کے دور میں، میں بھی یہی کر رہا تھا۔"

بہترین نیکیاں

مرسلہ: قمر ناز دہلوی، کراچی

☆ بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دینا۔
☆ اہل و عیال والے مفلس کی خفیہ مدد کرنا۔
☆ حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا مٹانے کے لیے خاموش ہو جانا۔
☆ کم زور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔
☆ جہاں کوئی سچ نہ کہہ سکے، وہاں سچ کہہ دینا۔
☆ رشتے داروں کے بُرے سلوک کے باوجود ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

دریچے

مرسلہ: رافع سرور مغل، حیدر آباد

ایک دفعہ مشہور فرانسیسی بادشاہ نپولین پولینڈ میں جنگی محاذ پر مصروف تھا کہ اُس کے پاس کچھ روسی قیدی لائے گئے۔ اُن کا رویہ نپولین کے خلاف بہت تلخ تھا۔ انھوں نے کہا: "ہم روسی تم سے کئی گنا بہتر ہیں، کیوں کہ ہم وقار کے لیے لڑتے ہیں، ور تم دولت کے لیے۔"
یہ سن کر نپولین نے جواب دیا: "ہر شخص اس شے کے لیے لڑتا ہے جو اس کے پاس نہ ہو۔"

حکمت کے موتی

مرسلہ: اُمامہ آصف اکبر، نیو کراچی

☆ عقل مند دوسروں کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں، جب کہ بے وقوف اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔
☆ غصہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کا انتقام آپ اپنے آپ سے لیتے ہیں اور یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے۔
☆ دوست کم زور ہو جائیں تو دشمن خود بہ خود طاقت ور ہو جاتے ہیں۔
☆ قلتِ عقل کا اندازہ کثرتِ کلام سے ہوتا ہے۔
☆ تعلیم کا مقصد علم حاصل کرنا نہیں، بلکہ عمل کی قوت کو بیدار کرنا ہے۔
☆ جو ایک بار پیچھے ہٹ جاتا ہے، وہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔
☆ انسان کو اس کے اخلاق بلند کرتے ہیں، کیوں کہ کوا، مینار پر بیٹھنے سے عقاب نہیں بن جاتا۔
☆

سیدھا راستہ

حمیرا سید

عبداللہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا باپ بڑا مہربان، انصاف پسند اور لوگوں کا بہت خیال رکھنے والا زمیندار تھا۔ دونوں باپ بیٹے کے مزاج اور عادت میں بڑا فرق تھا۔ بیٹا، لالچی اور کنجوس تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد وہ تمام زمینوں کا مالک بن گیا تھا۔ اس کے باوجود اس میں دولت کی ہوس بڑھتی گئی۔ وہ چھوٹے کسانوں کو قرض دیتا اور اس پر سود بھی وصول کرتا تھا۔ کسانوں کے کھیت سے جو کچھ پیدا ہوتا تھا، وہ اتنا کم ہوتا تھا کہ ان کی زندگی تنگی ترشی سے گزرتی اور تکلیف اُٹھا کر زندگی بسر کرنا پڑتی تھی۔ وہ بے چارے سود کہاں سے دیتے۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ عبداللہ کے چنگل میں پھنستے جا رہے تھے۔ ایک دن عبداللہ نے ایک کسان سے کہا: "ہاں بھئی، فضل دین! تم میرا قرض کب اُتارو گے؟"

فضل دین نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا: "سائیں! بس ایک دن کی تو بات ہے۔ میں فصل کو بازار میں بیچ آؤں تو پھر میں آپ کی رقم لوٹا دوں گا۔"

دراصل فضل دین نے کھاد کے لیے عبداللہ سے کچھ رقم قرض مانگی تھی۔ دوسرے دن فضل دین خوشی خوشی عبداللہ کے پاس جا کر بولا: "سائیں! یہ رہی آپ کی رقم۔"

وہ رقم گنتے ہوئے بولا: "یہ تو پوری رقم نہیں ہے۔"

فضل دین نے آہستگی سے کہا: "سائیں! مجھے تو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ سے اتنی ہی رقم لی تھی۔"

عبداللہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا: "اس رقم کا سود کون دے گا؟"

فضل دین کی بوڑھی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ غم زدہ لہجے میں بولا: "جیسے آپ

کی مرغی سائیں سود بھی دوں گا۔" وہ اپنے آنسو صاف کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

عبداللہ کم زور کسانوں کو قرض دیتا۔ جب چھوٹے کسان اس کا قرض نہیں اُتار پاتے تو وہ قرض کے بدلے اس کی زمین اپنے نام کر لیتا۔ اس طرح وہ کئی زمینوں کا مالک بن بیٹھا تھا۔ پورے گاؤں میں اس کا ہم پلہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ سب گاؤں والے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے رہتے تھے۔

وہ اپنے اس عمل کو بُرا نہیں سمجھتا تھا۔ وہ اکثر اپنی گھنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتا: "میں کتنا عقل مند ہوں، میں نے اپنی عقل سے پورے گاؤں پر قبضہ کر رکھا ہے۔"

وہ اب اپنے کام میں کسی سے مشورہ بھی نہیں لیتا تھا، کیوں کہ وہ کسی کو اپنے برابر کا نہیں سمجھتا تھا۔ اس کا غرور بڑھتا گیا۔ ایک روز اسے جنگل میں ایک درویش سے ملا۔ اس درویش کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے پاس بہت قیمتی انگوٹھیاں موجود ہیں۔

عبداللہ نے سلام کرنے کے بعد کہا: "آپ کو بھلا ان قیمتی انگوٹھیوں کی کیا ضرورت ہے! یہ تو ہم جیسے دنیاداروں کے لیے ہوتی ہیں۔ یہ آپ مجھے دے دیں۔"

درویش بولا: "تمھارا کھیت اور مکان بہت اچھا ہے۔ تمھیں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، مگر پھر بھی میں تمھیں یہ انگوٹھیاں دے رہا ہوں، تاکہ تم غریبوں کی مدد کر سکو۔"

درویش نے تمام قیمتی انگوٹھیاں اس کو دے دیں۔ اچانک عبداللہ کی نظر ایک چھوٹے سے ڈبے پر پڑی۔ ڈبا دیکھ کر اس پر بھی اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے پوچھا: "اس ڈبے میں کیا ہے؟"

درویش نے جواب دیا: "اس ڈبے میں جادو کا سفوف ہے۔ اگر اسے اپنی بائیں آنکھ پر چھڑکا جائے تو یہ زمین کے نیچے خزانے ظاہر کر دیتا ہے، مگر اسے دائیں آنکھ پر ہرگز استعمال نہیں کرنا۔"

درویش نے اسے تھپکی دیتے ہوئے نصیحت کے طور پر کہا: "دولت تو آخر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر ہم اسے صرف اپنے لیے رکھیں تو غلط ہے۔ غریب ہمارے دروازے پر اس لیے آتے ہیں کہ ہم ان کی مدد کریں، نیکیاں کمائیں۔ تمھارے پاس تو اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے، مگر پھر بھی میں تمھیں یہ سفوف دیتا ہوں۔"

عبداللہ نے درویش کی نصیحت کو سنی ان سنی کر دیا۔ گاؤں واپس جاتے ہوئے راستے میں جادوئی سفوف کو آزمانے کے لیے اس نے اپنی بائیں آنکھ پر چھڑکا تو وہ بہت خوش ہوا، کیوں کہ اب وہ زمین کے نیچے کی تمام چیزوں کو آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ اس نے جوش میں آ کر درویش کی نصیحت کی پروا نہ کی اور ذرا سا سفوف اپنی داہنی آنکھ میں بھی چھڑک لیا۔ مزید جادوئی قوت حاصل کرنے کے بجائے وہ مکمل طور پر اندھا ہو گیا۔

اس نے مدد کے لیے پکارا، مگر جنگل میں کوئی نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخنے اور اپنے بال نوچنے لگا۔

اسی دن شام کو فضل دین کسی کام سے جنگل میں گیا تو اس نے دیکھا کہ عبداللہ پھٹے ہوئے میلے کچیلے کپڑوں میں پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچ رہا ہے اور گاؤں والوں کا نام لے لے کر معافی مانگ رہا تھا۔ فضل دین اس پر ترس کھا کر اسے اپنے ساتھ واپس گاؤں لے آیا۔

اب عبداللہ نابینا تھا۔ زمینوں کی دیکھ بھال اس کی بیوی نے سنبھال لی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ میں لالچ میں آ کر اندھا ہو گیا ہوں۔

ایک دن وہ اکیلا بیٹھا اپنی گزشتہ زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے اپنی زیادتیاں اور مظالم یاد آ رہے تھے۔ وہ پچھتاوے اور ندامت کی آگ میں جل رہا تھا۔ اتنے میں گاؤں کی مسجد سے "اللہ اکبر!" کی آواز اُبھری تو وہ بے اختیار اُٹھ کھڑا ہوا، کوشش کر کے مسجد جا پہنچا۔ اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے۔
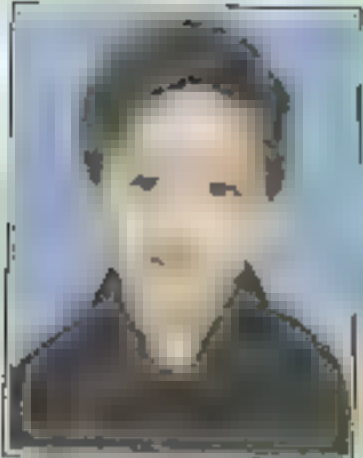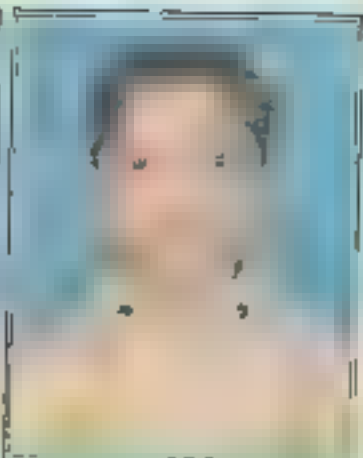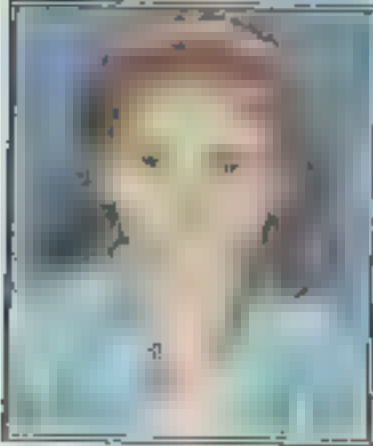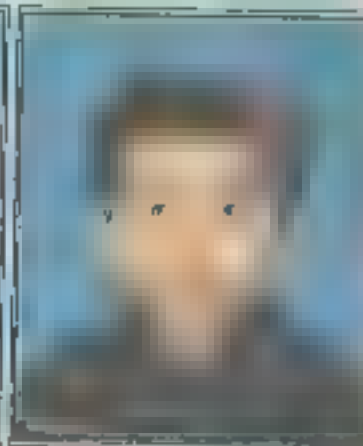
"یا اللہ! میں نے نہ جانے کتنے ہی لوگوں پر ظلم کیا ہے اور ان کی زمینوں پر قبضہ کیا تھا۔ اب یہ ساری جائداد اور دولت میرے کسی کام کی نہیں ہے۔ مجھے معاف فرما۔ مجھے اپنی رحمت کی پناہ میں لے لے۔" یہ کہتے ہوئے وہ سجدے میں گر گیا۔

ایک دن وہ اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ یہ وہی درویش تھا جس نے اسے جادوئی سفوف دیا تھا۔ درویش نے کہا: "میں نے تمھیں نصیحت دینے کے لیے ہی وہ سفوف دیا تھا۔ اب اگر تم نیک انسان بننے کا عہد کرو تو میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

عبداللہ نے کہا: "محترم بزرگ! میں پہلے ہی یہ ارادہ کر چکا ہوں۔ اگر میری بینائی لوٹ آئے تو میں اپنے پچھلے گناہوں کی تلافی ضرور کروں گا۔"

درویش نے ایک سرمے دانی نکال کر اس میں سے ایک ایک سلائی عبداللہ کی آنکھوں میں لگائی تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ وہ درویش کے قدموں میں گر گیا۔ درویش نے اسے اُٹھاکر گلے لگایا اور کہا: "آج سے تم ایک نئی زندگی ابتدا کرو۔ تم اللہ کی مخلوق پر مہربانی کرو گے تو اللہ بھی تم پر مہربان ہوگا۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔"

عبداللہ نے گاؤں پہنچ کر سب کے قرضے معاف کر دیے۔ زمینیں ان کے اصل حالکوں کو واپس کر دیں اور دل و جان سے گاؤں والوں کی خدمت کرنے لگا۔ ☆

ای-میل کے ذریعے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور اپنے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔
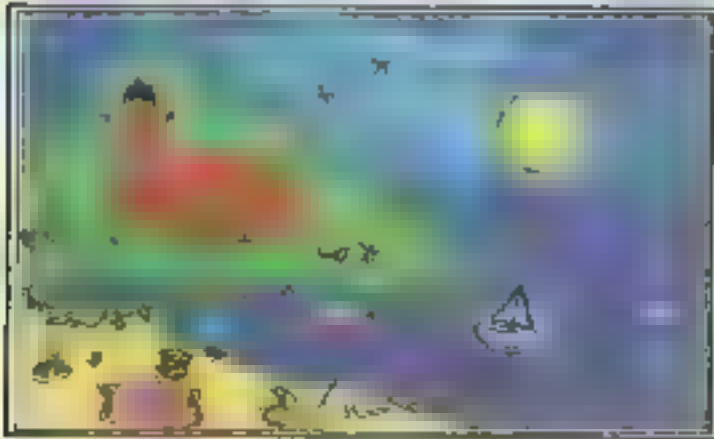
خلا تا ئب سیارہ
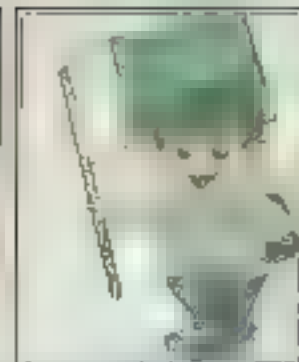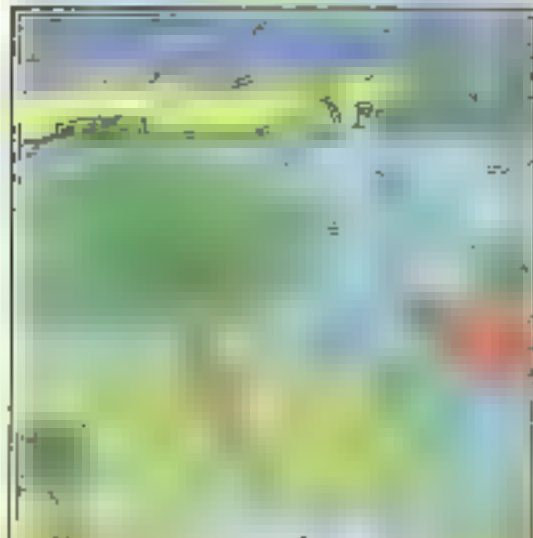
عاصمہ فرحین، کراچی

ایک بڑا سا جہاز خلا میں بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ جہاز بہت عجیب وغریب اور دیکھنے میں ایک بڑی تشتری کی طرح تھا، جس کے چاروں طرف بے شمار سلاخیں نکلی ہوئی تھیں اور چھت پر ایک بڑا سا انٹینا موجود تھا۔

اس جہاز کے اندر عجیب وغریب مخلوق موجود تھی، جن کے جسم غبارے جیسے تھے، اوپر دو سلاخیں بھی تھیں، جن کے آخری سروں پر گول گول سرخ رنگ کے سوراخ تھے۔ یہ ان کی آنکھیں تھیں۔ ان دونوں آنکھوں کے اوپر ایک ایک ٹیوب موجود تھی۔ یہ ٹیوبیں اوپر جا کر آپس میں مل گئی تھیں۔ یہ ٹیوبیں انجکشن جیسی نظر آ رہی تھیں، ان میں سبز رنگ کا محلول بھرا ہوا تھا۔ یہ ان کا

جہاز کی رفتار تیز کریں گے تو بروقت اپنے سیارے تک پہنچ جائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" آگمن مان گیا۔

انھوں نے اپنا جہاز زمین میں ایک غیر آباد اور سنسان جگہ پر اتار دیا اور جہاز کی خرابی کو فوراً ہی مشینوں کے ذریعے سے ٹھیک کر لیا۔

"چلو، اب فوراً چلتے ہیں۔" سیاگمن نے تیزی سے کہا۔

اور دونوں جہاز کے اندرونی حصے میں آ گئے۔

"یہ کیا؟ ہمارا وقت زمین پر رک گیا ہے۔" آگمن حیرت سے بولا: "گھڑی کی سوئی وہیں ہے، جس وقت ہم زمین پر اُترے تھے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم زمین پر جتنا بھی وقت گزاریں، وہ ہماری گھڑی کے مطابق ایک سیکنڈ بھی نہیں ہوگا۔" سیاگمن کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

"آگمن! اب اگر ہم زمین پر آ ہی چکے ہیں تو کیوں نہ اس مخلوق کو بھی دیکھ لیں، جو بہت خطرناک ہے۔" سیاگمن کی آواز میں اب جوش تھا۔

"دیکھو، اگر سپر باس کو پتا چل گیا تو ہم زندہ نہیں بچیں گے۔" آگمن نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ ہم فی الحال اس وقت باس کی نظروں سے غائب ہیں۔ ہمارے پاس اس سیارے کی مخلوق کے بارے میں معلومات موجود ہیں اور ہمیں یہ سہولت بھی میسر ہے کہ ہم اگر چاہیں تو تھوڑی دیر کے لیے ان کا روپ بھی دھار سکتے ہیں۔ کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔" سیاگمن نے اسے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے، جیسی تمھاری مرضی۔" آگمن رضامند ہو گیا۔

پھر دونوں ایک مشین کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ سیاگمن نے مختلف بٹن دبائے تو وہ دونوں سیارے زمین کی مخلوق کے روپ میں آ گئے اور ان کے ذہنوں میں خود بخود زمین اور اس پر

رہنے والی مخلوق کے بارے میں ساری معلومات آ گئیں۔

"چلو آؤ، اب یہاں کی مخلوق سے مل لیتے ہیں۔" سیاگمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں عام انسان نہیں تھے، اس لیے پلک جھپکتے ہی ادھر سے اُدھر آنے جانے لگے اور منٹوں میں زمین جیسی زمین کی سیر کر لی۔ طرح طرح کی چیزیں کھائیں اور انسانوں کی دنیا کو قریب سے دیکھا۔

"یہ دنیا تو بہت رنگین اور دل کش ہے۔" آگمن بولا۔

وہ دونوں اب جہاز میں واپس آ چکے تھے اور اپنے آپ کو اسی مشین کے ذریعے سے اصلی روپ میں لا چکے تھے۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، یہاں پر تو کاثم ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو کاثم یہاں سے بھی لے جا سکتے ہیں۔ انسانوں کو تو معلوم بھی نہیں ہوگا۔" آگمن جہاز کو اُڑاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔ موریگلو تو بہت دور ہے، اس کے مقابلے میں زمین قریب ہے۔" سیاگمن نے جواب دیا۔

"دیکھا، میرا آئیڈیا کتنا کمال کا تھا۔ اگر میں نہ بتاتا تو ہمیں معلوم بھی نہ ہوتا۔" آگمن کے لہجے میں جوش تھا۔

"تمھارا آئیڈیا... زمین پر تو میں تمھیں لے کر گیا تھا، ورنہ تم بھی مرتے اور مجھے بھی مرواتے۔" سیاگمن حقارت سے بولا۔

"تمھارا دماغ ہمیشہ سے ہی خراب ہے، بہت بڑے بنتے ہو۔ سپر باس سے کہہ کر تمھیں ٹھکانے لگوا دوں گا۔" آگمن نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تمھاری یہ مجال! میں تمھیں ابھی اس کا سبق چکھاؤں گا۔" سیاگمن نے اپنے سلاخ نما ہاتھ اس کی جانب بڑھائے۔ آگمن بھی غصے میں اس کی طرف آیا اور وہ دونوں آپس میں

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ اگست ۲۰۱۲ء کے بارے میں ہیں

❁ سب سے پہلے تو ہمدرد نونہال کے ساٹھ سال مکمل ہونے پر مبارک باد قبول فرمائیں۔ میں ہمدرد فاؤنڈیشن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو ساٹھ سال سے نونہالوں کے لیے اتنا شان دار رسالہ نکال رہے ہیں۔ اس دفعہ سرورق پر قائدین کی تصاویر دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ ساری ہی کہانیاں لاجواب تھیں، مگر واحد بھائی بنے ٹیچر (نوشاد عادل) اور لڑکے کا بھوت (جاوید بسام) پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ میں پرانے شماروں سے کوئی کہانی انتخاب کر کے بھیج سکتا ہوں؟ سید محمد عباس، کراچی۔

اپنی پسندیدہ کہانی کی فوٹو کاپی بھیج دیں، اگر زیادہ پسند کی گئی تو شائع ہوسکتی ہے۔

❁ اگست کا رسالہ زبردست تھا۔ واحد بھائی بنے ٹیچر نمبر ون کہانی تھی۔ امتحان میں کام یاب دوسرے نمبر پر تھی۔ ہنسی گھر کے تمام لطیفے پسند آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمدرد نونہال کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ عدن شاہ ویز، تلہ گنگ۔

❁ اس بار کہانیاں بہت اچھی تھی۔ خاص طور پر بدعنوان کہانی بہت عمدہ تھی۔ عبدالرزاق سموں، ٹھیاری۔

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ مجھے پہلی بات میں آپ کی یہ بات بہت پسند آئی ہے کہ جو کچھ کہیں صاف اور سچ کہیں۔ ہمارے معاشرے میں خوشامد اور جھوٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ نونہالوں کو اس پر غور کرنا چاہیے وہ اس سے بچنا چاہیے۔ تیمیہ حسین، اسلام آباد۔

❁ ہمدرد نونہال صرف رسالہ ہی نہیں، بلکہ ایک معلوماتی کتاب بھی ہے۔ تازہ شمارہ وقت سے پہلے ہی مل گیا تھا۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ محمد آصف جمال، لاہور۔

❁ اگست کے شمارے کی کہانیوں میں اقرار جرم (محمد طارق)، امتحان میں کام یاب (وقار یوسف مجرتنگ) اور پہلا روزہ (سمعیہ غفار) بہت سبق آموز تھیں۔ اس کے ساتھ تمام تحریریں بہت زبردست تھیں۔ نظموں میں اونچی اڑان، دعا (ابصار عبدالعلی) اور عید الفطر آگئی (ماہ جبین شوکت) دل کو موہ لینے والی تھیں۔ سیدہ مبین فاطمہ عابدی کی تحریر اگست کے اہم واقعات پڑھ کر معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، راجا نزہت حیات، پنڈ دادن خان۔

❁ اگست کا شمارہ بہت دل چسپ تھا۔ لڑکے کا بھوت، اقرار جرم، پہلا روزہ، ہنسی گھر اور نونہال ادیب میں اچھی تحریریں تھیں، جب کہ بدعنوان، دوسری کہانی، الکل اچھی نہیں لگی۔ روشن خیالات پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ سدرہ نازش، سانگھڑ۔

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ سب کہانیاں پسند آئیں۔ خاص طور پر لڑکے کا بھوت (جاوید بسام)، اقرار جرم (محمد طارق)، واحد بھائی بنے ٹیچر (نوشاد عادل)، پہلا روزہ (سمعیہ غفار) بھی اچھی تھیں۔ محمد احمد رضا انصاری، کوٹ ادو۔

❁ تازہ شمارہ بہت دل چسپ تھا۔ کہانی بے مانگا انعام مجھے بہت پسند آئی۔ لطیفے بھی اس دفعہ خوب تھے۔ اگر آپ کے پاس نونہال ادب کی کتابوں کی فہرست ہو تو مجھے براہ مہربانی ارسال کر دیجیے۔ ثناء اسد، کراچی۔

فہرست کے لیے متعلقہ شعبے کو ہدایت کردی گئی ہے۔ فہرست روانہ کردی جائے گی۔

❁ اگست کا شمارہ نہایت عمدہ تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں، مگر واحد بھائی بنے ٹیچر سب پر بازی لے گئی۔ حسن، دردہ، فیضان صدیقی، کراچی۔

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ خاص طور پر کہانی۔ واحد

بھائی نے ٹیچر بہت پسند آئی۔ ہنسی گھر بھی اچھا لگا۔ سیدہ نمیرا مسعود، کراچی۔

❁ اگست کا شمارہ بہت پسند آیا۔ بلاعنوان کہانی (وقار محسن) نمبر لے گئی۔ واحد بھائی نے ٹیچر (وشا دعادل) بھی بہت اچھی کہانی تھی۔ پہلا روزہ (سمعیہ عامر) بتاتی دل چسپ تھی۔ مضمون آزادی کے بعد (مسعود احمد برکاتی) ہماری قوم اور ہم سب کے لیے بہت فکر انگیز تھا۔ رفیع سرار مغل۔

❁ سب ہی کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ وارشہ اعجاز، کراچی۔

❁ اگست کے شمارے کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ اس مہینے کا خیال بھی بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں پہلا روزہ (سمعیہ عامر) بلاعنوان کہانی (وقار محسن) واحد بھائی نے ٹیچر (وشا دعادل)، امتحان میں کامیاب (وقاص یوسف بھڑنگ) اور قرار جرم (محمد طارق) بہت اچھی تھیں۔ غرض پورا شمارہ قابلِ تحسین تھا۔ ہر تحریر آپ کی محنت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ سارہ حامد، فیصل آباد۔

❁ سب سے پہلے آپ کو لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ بہت بہت مبارک ہو۔ حسبِ معمول اگست کا شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ کافی جامع اور معلومات سے مزین اس شمارے سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ واحد بھائی نے ٹیچر بہت اچھی رہی، پڑھ کر مزہ آیا۔ باقی تمام کہانیاں بھی بہترین تھیں البتہ لطیفے اتنے خاص نہ تھے۔ بلقیس انور، کراچی۔

❁ اس مرتبہ کا ہمدرد نونہال واقعی بہت اچھا لگا۔ خاص طور پر بلاعنوان انعامی کہانی، قرارِ جرم، امتحان میں کامیاب اور پہلا روزہ، واحد بھائی نے ٹیچر سے ہنس ہنس کر برا حال کر دیا۔ ہمدرد نونہال سے مجھے بہت معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ محمد شہریار، شاہ کوٹ۔

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ سرورق پر قائداعظم اور علامہ اقبال کی تصویر دیکھ کر اچھا لگا۔ سب تحریریں اچھی تھیں۔ کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ نونہال ادیب پڑھ کر مزہ آیا۔ صبا پرویز، انیس حبیب، گجرات۔

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ ہنسی گھر اچھا تھا۔ کہانیوں میں واحد بھائی نے ٹیچر اور پہلا روزہ اچھی تھی۔ وسیم طلحہ، لاہور۔

❁ اگست کا شمارہ ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔ سرورق بہت اچھا لگا۔ ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ سارہ طارق، فیصل آباد۔

❁ تازہ شمارہ زبردست تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ خاص طور پر جرم اور سوچی اور بزنوں کا سردار بہت اچھی تھیں۔ بلاعنوان کہانی اچھی نہیں تھی۔ بلال حسین، اسلام آباد۔

❁ ستمبر کے ہمدرد نونہال میں اپنا مضمون، نونہال کے شمارے، انکل شہید حکیم محمد سعید کی کتاب "سعید سیاح شیراز میں" اور آنٹی سعدیہ راشد کا دل چسپ اور نصیحت بھرا خط ملا۔ سچ پوچھیں تو عید کے بعد یہ ہماری دوسری عید ہوگئی۔ بہت بہت شکریہ۔ عدنان یوسف، کراچی۔

❁ اگست کا شمارہ واقعی زبردست اور قابلِ تعریف تھا۔ سرورق کی تصویر بھی اچھی تھی۔ ہنسی گھر کے سب لطیفے لاجواب تھے۔ اگست کے اہم واقعات پڑھ کر بہت معلومات ملی۔ کہانیوں میں سب کا کمال واحد بھائی نے ٹیچر اور مضمون آزادی کے بعد پڑھ کر نہایت مزہ آیا۔ بہادر علی بلوچ، کنڈویرو۔

❁ اگست کا شمارہ زبردست تھا۔ کہانیوں میں پہلا روزہ اچھی نہیں لگی۔ لڑکے کا بھوت، بلاعنوان کہانی، واحد بھائی نے ٹیچر اور اقرارِ جرم نے دل جیت لیا۔ میں نے اپنی بہنوں کو بھی واحد بھائی نے ٹیچر سنائی۔ ابو بھی سن رہے تھے۔ سب کا دھیان ٹی وی سے ہٹ کر کہانی میں لگ گیا۔ بہت ہنسی آئی۔ ایمن طاہر، اسلام آباد۔

❁ اب کی بار ہمدرد نونہال جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک بہت عمدہ اور خوب تھا۔ عدیل شوکت، اٹک۔

❁ کہانیوں میں پڑھتے تو تا پڑھے ہیں، عقل مند سوداگر، گائے کی کہانی اور اصلی یوروڈ کا تو جواب ہی نہیں۔ غرض جو گو چکاؤ سے کر نونہال لغت تک سب بہت پسند آیا۔ ماریہ ماڑ، اقرا ماڑ، ہدرو ہڑی۔

❁ اگست کا ہمدرد نونہال اپنی تمام تر رعنائیوں اور دل کشی کے ساتھ جلوہ فروز ہوا۔ سرورق پر آزادی کے رہنماؤں کی تصاویر نے ہمدرد نونہال کو چار چاند لگا دیے۔ اس مہینے کا خیال بہت فکر انگیز تھا۔ کہانیوں میں سمعیہ غفار صاحبہ کی تحریر پہلا روزہ، جاوید سام کی کہانی تڑکے کا بھوت اور نوشاد عادل کی تحریر واحد بھائی سینے نیچر، معیار کی بلندیوں پر تھیں۔ وقار محسن صاحب کی بلاعنوان کہانی بہت متاثر کن تھی۔ چودہ اگست کے متعلق مسعود احمد برکاتی صاحب کی تحریر آزادی کے بعد اور یاسمین حفیظ صاحبہ کی کہانی آزادی اللہ کا انعام بہت فکر انگیز تحریریں تھیں۔ احمد خان خلیل کا مضمون چھپائی کا کام کب شروع ہوا معلومات کا خزانہ تھا۔ نسرین شاہین کا مضمون عید اور عید کارڈ بہت شان دار تھا۔ نظموں میں عید الفطر آ گئی (امان اللہ نیر شوکت)، جشن آزادی (ادیب سمیع چمن) اور چودہ اگست (حمیرا سید) ہمارے دل و دماغ پر چھا گئیں۔ پرنس راجا ثاقب محمود ثاقی جنجوعہ، عائشہ ثاقب جنجوعہ، نجبہ ثاقب جنجوعہ، صدف جنجوعہ، ثانیہ جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔ ☆

آئندہ شمارے کی متوقع تحریریں

☆ میں بکرا نہیں ہوں — سمعیہ غفار

☆ شفن میاں کا بکرا ... محمد اقبال شمس

☆ مسعود احمد برکاتی کی ایک خوب صورت تحریر

☆ اور بہت ساری مزے مزے کی کہانیاں

☆ نئی نئی حیرت انگیز اور مفید معلومات

☆ آسان اعمال کے سبق

☆ اور بہت سی دل چسپیاں

ہنسی گھر

😃 دو بچے شیشے کی گولیوں سے کھیل رہے تھے۔ ایک بچے نے کھیل کے دوران گولی منھ میں رکھ لی تو وہ اس کے پیٹ میں چلی گئی۔ بچے گھبرا گئے اور دوڑ کر اسپتال گئے۔

چھوٹے بچے نے بتایا: "ڈاکٹر صاحب! میں نے شیشے کی گولی نگل لی۔"

ڈاکٹر نے بڑے لڑکے سے پوچھا: "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا تم اس کے بڑے بھائی ہو؟"

"جی نہیں، گولی میری ہے۔ یہ مل جائے گی تو چلا جاؤں گا۔"

مرسلہ: سرمد خالد، دستگیر

😃 استاد نے کلاس میں لڑکوں سے پوچھا: "یہ بتاؤ تم لوگ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہو؟"

شہزاد: "میں تو پائلٹ بنوں گا اور دشمن کے ٹھکانوں پر بم باری کروں گا۔"

جاوید: "میں ڈاکٹر بن کر ملک و قوم کی خدمت کروں گا۔"

سہیل: "میں کھلاڑی بنوں اور رن بنانے کا ریکارڈ توڑوں گا۔"

شاہد جو کلاس میں سب سے چھوٹا تھا، معصومیت سے بولا: "مجھے تو امی بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں بڑا ہو کر امی بنوں گا۔"

مرسلہ: ناجیہ وسیم، فیڈرل بی ایریا

😃 ایک دوست: "تین آدمی کشتی کی سیر کر رہے تھے۔ اچانک کشتی الٹ گئی تو تینوں دریا میں جا گرے۔ ان میں سے صرف دو آدمیوں کے سر کے بال گیلے ہوئے۔"

دوسرے نے حیرت سے پوچھا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

پہلے نے جواب دیا: "اس لیے کہ تیسرا آدمی گنجا تھا۔"

مرسلہ: حسن مجاہد محمود، کراچی

😃 زاہد: "وہ کون سی چیز ہے، جس کے چار پاؤں ہوتے ہیں، مگر وہ چل نہیں سکتی۔"

سلیم: "ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

زاہد: "میز۔"

مرسلہ: عائشہ خالد، کراچی

😃 ایک آدمی گھبرایا ہوا میڈیکل اسٹور میں

داخل ہوا اور پوچھا "کیا تمھارے پاس ہچکیاں ختم کرنے والی کوئی دوا ہے؟"

میڈیکل اسٹور والے نے اس کے منھ پر تھپڑ مارا اور بولا "اس کا علاج یہی ہے۔"

اس آدمی نے اپنا گال سہلاتے ہوئے کہا "مگر ہچکیاں تو میرے بابا کو آ رہی ہیں جو باہر کار میں بیٹھے ہیں۔"

مرسلہ: فرزیبا اقبال، عزیز آباد

☺ حشمت نے کہا "میری بیوی کو وزن کم کرنے کا شوق ہے، اس لیے وہ ہر وقت گھوڑے پر بیٹھ کر اسے دوڑاتی رہتی ہے۔"

رحمت نے پوچھا "اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ تمھاری بیوی کا وزن کچھ کم ہوا؟"

حشمت نے جواب دیا "بیوی کا تو نہیں، زیادہ دوڑنے سے ایک مہینے میں گھوڑے کا وزن دس کلو کم ہو گیا۔"

مرسلہ: مہک اکرم، لیاقت آباد

☺ اطلاعی گھنٹی بجنے پر بیوی نے دروازہ کھولا تو شوہر کو کھڑے پایا۔ بیوی نے مسکرا کر کہا "آپ کے چہرے سے تھکن ظاہر ہو رہی ہے، معلوم ہوتا ہے آج آپ نے آفس میں بہت کام کیا ہے۔"

شوہر نے کہا "ہاں، بات تو یہی ہے۔"

"پھر تو زبردست کھانا ہونا چاہیے۔ چکن برگر، بروسٹ، فرائیڈ فش، آئس کریم اور آخر میں کولڈ ڈرنک۔"

شوہر نے کہا "نہیں، کھانا آج گھر میں ہی کھائیں گے۔"

مرسلہ: تحریم خان، بلدیہ ٹاؤن

☺ باقر نے اپنے دوست کو بتایا "میں نے نیا فلیٹ خرید لیا ہے اور کمرے کو بہترین طریقے سے سجایا ہے۔"

اس کے دوست نے پوچھا "کیسے سجایا ہے؟"

"بالکل آفس کے انداز سے، تاکہ مجھے خوب گہری نیند آ جائے۔"

مرسلہ: وقاص احمد، لاہور

☺ کمپنی کے مالک نے ایک ملازم کو بلا کر کہا "جہانگیر! تمھاری ملازمت کو ایک سال ہو چکا ہے۔ جب تم یہاں آئے تھے تو کمپنی کی ڈاک دیکھنے پر مامور تھے۔ پھر ایک ہفتے بعد تمھیں سیلز مین بنا دیا گیا۔ ایک مہینے بعد تمھیں ترقی دے کر اس شعبے کا سیلز منیجر بنا دیا گیا۔ چار مہینے گزرنے کے بعد تمھیں ترقی دے کر کمپنی کا نائب صدر بنا دیا گیا۔ اب میں ریٹائر ہو رہا ہوں، لہٰذا میں تمھیں اس کمپنی کا صدر بنانا چاہتا ہوں۔ اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

ملازم نے مسکرا کر کہا "شکریہ پاپا!"

مرسلہ: اسامہ صدیق، ملتان

☺ پالتو جانوروں کی دکان میں داخل ہو کر ایک شخص نے کہا "مجھے پچاس عدد موٹے تازے چوہے، ایک ہزار مچھر، پانچ ہزار چیونٹیاں اور ایک درجن کن کھجورے چاہییں۔"

دکان دار نے حیرت سے پوچھا "لیکن آپ ان کیڑے مکوڑوں کا کیا کریں گے؟"

اس شخص نے جواب دیا "میں مکان خالی کر رہا ہوں۔ مکان مالک نے ہدایت دی ہے۔ مکان بالکل ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ تمھیں دیا گیا تھا۔ جب میں نے مکان کرائے پر لیا تھا تو یہ ساری بلائیں اس میں پہلے سے موجود تھیں، لہٰذا اب میں یہی سب اس مکان میں ڈال کر جاؤں گا۔"

مرسلہ: یاسمین ناز، سکھر

☺ مشہور ناول نگار میاں فاضل بہت زیادہ لکھنے سے پاگل ہو گئے۔ انھیں ایک ڈاکٹر سے علاج کرانا پڑا۔ جب وہ تن درست ہو گئے تو ڈاکٹر نے ہدایت کی کہ اب آپ چند مہینے آرام کریں اور اس کے بعد جو کچھ بھی لکھیں، وہ مجھے ضرور پڑھوا دیں۔"

آرام کرنے کے بعد انھوں نے ایک ناول لکھنا شروع کیا اور جا کر ڈاکٹر کو دکھایا۔ وہ ناول اس طرح شروع ہوتا تھا "جنرل ریاض اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس نے ایڑ لگا کر کہا، 'شاباش دوڑو، شاباش دوڑو، شاباش دوڑو'"

ڈاکٹر صاحب پڑھتے چلے گئے۔ ایک سو صفحات میں یہی لکھا تھا۔ انھوں نے حیرت سے پوچھا 'اتنا لکھنے کے باوجود گھوڑا آگے کیوں نہیں بڑھ رہا ہے؟"

ناول نگار نے جواب دیا "اس کی ایک ٹانگ میں چوٹ لگ گئی ہے۔"

ڈاکٹر صاحب "پھر؟"

"جب گھوڑا آگے بڑھے گا، ناول اسی وقت شروع ہوگا۔"

مرسلہ: رضوان علی، اسلام آباد

بیت بازی

ذرا سی دیر ہی ہو جائے گی تو کیا ہوگا
گھڑی گھڑی نہ اٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف

شاعر: اکبر الہ آبادی — پسند: جمیل جاوید، راولپنڈی

چمن میں رونق ہے شبنم سے اس کلی کے لیے
ترس رہے جس کو جرأت نہ دی ہنسی کے لیے

شاعر: استاد قمر جلالوی — پسند: سخاوت خان، جعفر آباد

کچھ اور بڑھ گئے اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

شاعر: ساحر لدھیانوی — پسند: امین کوثر خان، کوئٹہ

کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا

شاعر: احمد فراز — پسند: فرہاد منور، کورنگی

لکھنا دل کی دھڑکن اس کے نام عطا
لیکن اس کا شہر نہ لکھنا، اس کا نام نہ لکھنا

شاعر: عطاء الحق قاسمی — پسند: [illegible]

چاند کا دشت بھی آباد کبھی کر لینا
پہلے دنیا کے یہ اُجڑے ہوئے گھر تو دیکھو

شاعر: عبید اللہ علیم — پسند: علیم عبد الرحیم [illegible]

عالم میں جس کی دھوم تھی، اس شاہکار پر
دیمک نے جو لکھے، کبھی وہ تبصرے بھی دیکھ

شاعر: شکیب جلالی — پسند: [illegible] شاہ، سکھر

چکر لگا رہے تھے پرندے شجر کے گرد
بچے تھے آشیانوں میں، طوفان سر پہ تھا

شاعرہ: پروین شاکر — پسند: محمد عباس خان، لانڈھی

یہاں سوں کسی کا کوئی نہیں، یہاں آستی [illegible] ہستی ہے
سونے کے عوض مٹی نہ ملے یہ بستی کیسی بستی ہے

شاعرہ: عابدہ نگہت — پسند: [illegible]

قاتل کی شکستہ حالی کا احساس بھی ہو تو کیوں کر ہو
فریاد یہاں منظور نہیں، انصاف وہاں دستور نہیں

شاعر: قابل اجمیری — پسند: شائلہ خاور، [illegible]

علاج غیروں کا کرنا نہیں محال [illegible]
سوال یہ ہے کہ یاروں کا کیا علاج کروں؟

شاعر: [illegible] — پسند: [illegible]

ہائے یہ شہرِ مر اور یہ تپتی ہوئی دھوپ
کوئی سایہ ہی نہیں کسی دیوار کے پاس

شاعر: [illegible] — پسند: [illegible]

فریب دیتے ہیں جو دوستی کے پردے میں
وہ اپنے چہرے پہ کتنے نقاب رکھتے ہیں

شاعر: کوکب بخاری — پسند: [illegible]

ثابت رہے گا کیسے آئینہ میرے دل [illegible]
ہر سمت سے ہے مجھ پہ یلغار پتھروں [illegible]

شاعر: [illegible] — پسند: [illegible]

اشاعت سے معذرت

[illegible]

ایک انتہائی خوب صورت پرندہ

مور

رانا محمد شاہد

اگر خوب صورت پرندوں کا نام لیا جائے تو سب سے پہلے جو نام ذہن میں آتا ہے، وہ یقیناً ''مور'' کا ہی ہے۔ مور اپنے حسن و جمال، قد و قامت اور اپنے مشہور رقص کی وجہ سے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مور کو بے انتہا دل کش اور خوب صورت رنگ بخشے ہیں۔ پنکھے جیسی دم دی ہے، دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ مور کے سر پر پیارا سا تاج اس کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ مور کے پروں پر گول گول چمک دار چاند بنے ہوتے ہیں۔ اس کی گردن لمبی اور انتہائی خوب صورت ہوتی ہے۔

مور بہت پرانے زمانے سے چند خاص ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ مور کا اصل وطن مشرقِ بعید ہے۔ مور کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ پہلی قسم کو ''پاؤکرسٹیٹس'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ قسم پاکستان، بنگلہ دیش، ہندستان اور سری لنکا میں موجود ہے۔ ان کے پروں کا رنگ نیلا

ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا مور نہ رنگ سے نیلے اور ہوتا ہے، اسے "پاوفیس" کہا جاتا ہے۔ یہ
آسام، ملائیشیا، برما اور جاوا میں پایا جاتا ہے۔ اس کی گردن سبز ہوتی ہے۔ تیسری قسم
کا مور سفید رنگ کا ہوتا ہے، یہ زیادہ تر سری لنکا، جاپان اور برما کے جنگلات میں پایا
جاتا ہے۔ سفید مور جاپان میں بھی پالے جاتے ہیں۔ یہ مور چڑیا گھروں کی رونق بڑھاتے
ہیں۔ عام طور پر مور ساڑھے تین فیٹ اونچا اور تقریباً ساڑھے پانچ کلو گرام وزنی ہوتا ہے۔ مور کی دم
۵۵ سے ۶۴ انچ لمبے پروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

مور شاید واحد پرندہ ہے، جس کی دم اسے خوب صورت بناتی ہے۔ اس کی دم کے
اوپر کے پروں پر نقطے اور کالی آنکھ جیسے چمکتے رنگ کے دائرے گہرے سبز رنگ کے ہوتے
ہیں۔ یہ رنگ گولائی میں ہوتے ہیں اس لیے ایسا لگتا ہے جیسے مور کی دم پر آنکھیں بنی
ہوں۔ ان آنکھوں کی تعداد ایک دو نہیں، بلکہ دو سو سے زیادہ ہوتی ہے۔

مور کی چونچ بھوری یا سفید ہوتی ہے۔ ٹانگیں اور پنجے ہلکے سرمئی یا سفید ہوتے ہیں۔
اس قسم کے رنگ والے مور لمبائی میں دو میٹر سے سوا دو میٹر تک ہوتے ہیں۔

مورنی کے سر پر ایک بھورے رنگ کا تاج ہوتا ہے۔ اس پر صرف سبز رنگ کے نقطے ہوتے
ہیں۔ سر بھورا، جب کہ چہرہ اور ٹھوڑی سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ پچھلی گردن سبز، جب کہ پچھلا حصہ
رنگ میں ہوتی ہیں۔ مورنی بے چاری کی مور کی طرح لمبی خوب صورت دُم نہیں ہوتی۔ مور کو مختلف
سبزیاں، شلجم، آلو، گاجر، مٹر وغیرہ کھلائے جاتے ہیں۔ چاول اور مچھلی بھی وہ شوق سے کھاتا ہے۔

مور کا تعلق تیتر کے خاندان سے ہے۔ یہ تمام حسین اور رنگ برنگے پرندوں کا
خاندان ہے۔ اس خاندان کے نر اپنی مادہ کی نسبت قد و قامت میں بڑے، شوخ، حسین اور
دل کش ہوتے ہیں۔

مور کی نفسیات بڑی دل چسپ ہے۔ یہ دم پھیلا کر ناچتا ہے تو بہت خوب صورت نظر آتا

ہے، کیوں کہ دم ایک دوسرے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مور ایک ایسا پرندہ ہے جس کی اُڑان
زیادہ اونچی نہیں، اس لیے اسے جنگل اور میدان میں شکار کیا جاتا ہے۔ مور عموماً ایسی جگہوں پر
درختوں کا انتخاب کرتا ہے جو زیادہ اونچی نہ ہوں۔ گرمیوں کے آتے ہی مور کی دم کے پر جھڑنے
لگتے ہیں، لیکن سردیوں کی ابتدا کے ساتھ ہی دوبارہ نکل آتے ہیں۔ لوگ شوق سے یہ پر جمع
کرتے ہیں۔

مور کی آواز بڑی سریلی اور دل کش ہوتی ہے۔ جب یہ خوش ہو کر بولتا ہے تو "پی آو، پی آو"
کی آواز نکالتا ہے، لیکن خطرے یا پریشانی کے وقت "کاروں، کاروں" کی آواز میں چیختا ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ مور ناچتے ہوئے پر دیکھ کر جھوم جاتا ہے، جب کہ پیروں کو دیکھ کر
افسردہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ مور کے پاؤں خاصے بھدے ہوتے ہیں۔ ویسے تو مور کے سر، گردن
اور سینے کے پروں میں خوب صورت رنگوں کا امتزاج ہوتا ہے، مگر دم کے پر خوش نمائی میں
لاجواب ہوتے ہیں۔ خوشی کے ساتھ جھلکتے ہوئے مور اپنے پر پھیلاتا ہے تو بہت خوب صورت
دکھائی دیتا ہے۔ گویا مور جنگل میں ناچے تو جنگل میں منگل کا سماں ہوتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ
مور اور سانپ میں کبھی نہیں بنتی۔ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں، لیکن مور کو سانپ پر
اس لحاظ سے برتری حاصل ہے کہ یہ اسے مار کر کھا بھی جاتا ہے۔ اناج کے ساتھ ساتھ مختلف
کیڑے مکوڑے بھی مور کی مرغوب غذا ہے۔ مور عموماً ۲۵ سے ۳۰ سال تک زندہ رہتا ہے۔

ہمارے پیارے وطن پاکستان میں بھی بڑے خوب صورت مور پائے جاتے ہیں۔ آپ
نے چڑیا گھر میں جا کر خوب صورت رنگوں کے مور تو دیکھے ہوں گے، مگر وہاں یہ پنجرے میں بند
ہوتے ہیں۔ اگر آپ انھیں آزادی سے گھومتا پھرتا دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کبھی راولپنڈی کے
قریب واقع علاقے کلر کہار ضرور جائیے۔

☆☆☆

بانسری کی دُھن

عبدالرؤف تاجور

کسی ملک کے ایک چھوٹے سے شہر پر اچانک ہزاروں چوہوں نے حملہ کر دیا۔ بعض چوہے قد میں بلیوں کے برابر تھے اور انتہائی خوں خوار، نڈر اور چالاک تھے۔ یہ اب تک کہاں چھپے ہوئے تھے اور پہلے کیوں نظر نہیں آئے تھے، اس بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں تھا۔ ان چوہوں نے مل کر شہر میں گھستے ہی سب سے پہلے اپنے دیرینہ دشمن بلیوں کا صفایا کیا اور پھر کتوں پر پل پڑے۔ مقابلے کی تاب نہ لا کر کتے بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور شہر سے دور جنگل میں جا گھسے۔ اب میدان بالکل صاف تھا۔ چوہوں نے کھانے پینے کی چیزوں کو چٹ کرنا شروع کر دیا اور پھر کچھ دنوں میں وہ صورت حال پیدا ہو گئی کہ لوگ چیخ اُٹھے۔ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس آفت سے نجات حاصل کرنے کے لیے کیا تدبیر کی

Life Needs Partnership

alBaraka

"پانچ ہزار سونے کے سکے!" شہری حکومت کا سربراہ چونک کر کھڑا ہو گیا: "میاں، تم مذاق تو نہیں کر رہے۔ بھائی، ہماری آمدنی ختم ہو چکی ہے۔ ہم دانے دانے کو محتاج ہو چکے ہیں۔ ہمارے معصوم بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اور تم ہم سے ایک ایسا مطالبہ کر رہے ہو، جس کا پورا کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ ہم تو تمھیں پانچ ہزار چاندی کے سکے بھی نہیں دے سکتے۔"

بانسری والے نے کہا: "ٹھیک ہے تو پھر میں چلا۔ اب آپ خود ہی ان چوہوں سے نمٹتے رہیے۔" اتنا کہہ کر وہ چلنے ہی والا تھا کہ شہری حکومت کا نائب سربراہ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ یہ شخص انتہائی مکار، چرب زبان اور جھوٹا تھا۔ وہ بولا: "ٹھیرو ٹھیرو اتنی جلدی جانے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنا کام شروع کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں پانچ ہزار سونے کے سکے دوں گا۔"

"جھوٹا وعدہ نہ کرو۔" سربراہ نے گھبرا کر اسے ڈانٹا: "کہاں ہے تمھارے پاس اتنی بڑی رقم؟"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" نائب سربراہ مکاری سے مسکرایا: "میں ہر حال میں اپنا وعدہ نبھاؤں گا۔"

شہری حکومت کے دیگر اہل کار زیرِ لب مسکرانے لگے۔ وہ سمجھ گئے کہ نائب سربراہ کھیل کھیل رہا ہے، لیکن وہ سب خاموش رہے۔

بانسری والے نے گہری نگاہوں سے نائب سربراہ کو دیکھا اور کہا: "وعدہ خلافی تو نہیں کرو گے میرے ساتھ؟"

"ہرگز نہیں۔" نائب سربراہ مسکرایا: "بلکہ ٹھیرو۔ میں گھر سے پانچ ہزار سونے کے سکے لا کر پیشگی تمھیں دے دیتا ہوں۔"

یہ ایک زبردست نفسیاتی حملہ تھا۔ یہ سن کر بانسری والے نے کہا: "ٹھیک ہے۔ مجھے یقین آ گیا۔ اب میرا تماشا دیکھو۔" اتنا کہہ کر اس نے بانسری ہونٹوں سے لگائی اور ایک ایسی عجیب و غریب دھن چھیڑ دی کہ سب لوگ مسحور ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی لوگوں نے وہ منظر دیکھا کہ انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ شہر بھر کے چوہے غول در غول آ آ کر بانسری والے کے چاروں طرف جمع ہونے لگے اور جب سارے چوہے جمع ہو گئے تو وہ بانسری بجاتا ہوا اس سڑک پر پہنچ گیا، جو سیدھی اس پہاڑی کے پاس جا کر ختم ہو جاتی تھی، جس کے نیچے ایک انتہائی خطرناک اور پرشور ندی بہتی تھی۔ تمام چوہے بانسری کی دھن پر جھومتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ شہریوں پر یہ منظر اتنا دلچسپ تھا کہ چوہوں کے پیچھے پیچھے وہ بھی چل پڑے۔ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر بانسری والا ایک سیدھی اور اونچی چٹان سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور چوہے جوق در جوق نیچے ندی میں کود کود کر ڈوبتے رہے۔ جب آخری چوہا بھی ندی میں کود گیا تو بانسری والا واپس چل پڑا اور ٹاؤن ہال کے پاس برگد کے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ شہریوں کا ہجوم بھی اس کے چاروں طرف جمع ہو چکا تھا۔ ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے تھے، کیوں کہ انھیں منحوس چوہوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی تھی۔

"اب میں چلتا ہوں۔" اس نے سربراہ کی طرف دیکھا: "نکالیے میری فیس پانچ ہزار سونے کے سکے۔"

سربراہ نے اپنے نائب کی طرف دیکھا، جس نے فوراً اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکال کر بانسری والے کو پکڑا دی۔ اس نے کھول کر اندر دیکھا تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا: "یہ کیا؟ یہ تو چاندی کے سکے ہیں اور وہ بھی بہت تھوڑے سے۔"

"ہاں، یہ چاندی کے سکے ہیں اور صرف سو عدد۔" نائب سربراہ معصوم صورت بنا کر

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ایس ایم ذیشان شیر زی، ملتان	فائزہ محمود احمد نظامی، نیو کراچی
شہریار گوندل، ہارون آباد	ہمایوں طارق، ملتان
سید محمد عباس، کراچی	قرۃ العین عباسی، کراچی
محمد جاوید جدل، ملتان	فارحہ ایوب، کراچی

نعتِ رسولِ مقبولؐ

ایس ایم ذیشان شیر زی، ملتان

پہ ہو ہر دم محمدؐ محمدؐ
جائیں بس ہم محمدؐ محمدؐ
ہو حاصل جسے آپؐ کی رہنمائی
اسے پھر ہو کیا غم محمدؐ محمدؐ
نہ فرمائیں گے آپؐ گر شفاعت
کہاں جائیں گے ہم محمدؐ محمدؐ
کرم کی کرم آپؐ ہیں میرے مولا
الفت نہ ہو کم محمدؐ محمدؐ
مسلمان آپس میں ہیں بھائی بھائی
کہیں مل کے باہم محمدؐ محمدؐ
شیر زی میری تمنا یہی ہے
کروں ورد پیہم محمدؐ محمدؐ

ابن النفیس

شہریار گوندل، ہارون آباد

مسلمان سائنس داں ابن النفیس ۱۲۱۰ء میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ ان کو اپنی مہارت کے باعث مصر میں ایک شفاخانے میں اعلا عہدے کی ملازمت بھی مل گئی۔ وہ پہلے سائنس داں ہیں جنھوں نے انسانی جسم میں خون کی گردش کے نظام کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ خون اور پھیپھڑوں کے تعلق کی وضاحت کی۔ انھوں نے واضح کیا کہ دل سے خون پھیپھڑوں کو جاتا ہے، جہاں اس میں آکسیجن شامل ہوتی ہے۔ یوں تازہ خون سارے جسم میں جاتا ہے۔ اس تحقیق اور دریافت نے ساری

دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ تحقیق آج بھی درست
مانی جاتی ہے۔ اہلِ یورپ اپنی کتابوں میں
ولیم ہاروے نامی سائنس داں کو یہ اعزاز دیتے
ہیں، جب کہ ولیم ہاروے نے یہ تحقیق ۱۶۲۸ء
میں کی تھی، جب کہ اس وقت ابن نفیس کو
فوت ہوئے کئی سو سال گزر چکے تھے۔

ابن النفیس نے معروف سائنس داں
بو علی سینا کی کتاب ''القانون فی الطب''
پر تنقیدی و تحقیقی کام بھی کیا۔

شہید پاکستان کا انٹرویو

سید محمد عباس، کراچی

سوال: آپ کے نزدیک کتاب کی کیا اہمیت ہے؟
جواب: کتاب انسان کی بہترین رفیق ہے۔
میں کہتا ہوں کہ تم کتاب کھولو، ترقی کا ہر دروازہ
تم پر کھل جائے گا۔ کتاب ہی رفیق ہے جو
صدق و صفا کا درس دیتی ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں انسان کی کامیابی
یا ناکامی میں کس چیز کا عمل دخل ہوتا ہے، تدبیر
کا یا تقدیر کا؟
جواب: میں تدبیر سے تقدیر کو بدل دینے کو اہمیت
دیتا ہوں۔ جب انسان تدبیر پر قادر ہو جاتا ہے
اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے کہ تفکر کرو،
تدبر کرو تو پھر تقدیر بدل جا سکتی ہے۔

سوال: آپ نے بیت الحکمہ جیسی شان دار
لائبریری کیسے قائم کر لی، جس میں ہزاروں کتابیں،
رسائل اور قیمتی حوالہ جات رکھے گئے ہیں؟
جواب: بس کیا بتاؤں! رات کی تاریکیوں میں
نور سے منور فرشتے آتے ہیں اور یہ سب
سامان کر جاتے ہیں۔ صبح ہوتی ہے تو
بیت الحکمہ میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا دیکھتا
ہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق
ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے۔

سوال: دوستی کی اہمیت کے بارے میں کچھ
ارشاد فرمائیے۔
جواب: چار حرف یعنی د، و، س، ت سے بنا ہوا یہ لفظ
دوستی ہے تو بہت چھوٹا، مگر اس ایک لفظ نے دنیا کی
تاریخ میں انقلابات برپا کیے ہیں۔ سارے
انقلابات جو دوستی کی وجہ سے آئے ہیں۔ ان سے
دنیا میں امن و چین کی راہیں ہموار ہوئی ہیں۔
دوستی نہ ہوتی تو دنیا نہ ہوتی۔ دوستی کے بغیر یہ
دنیا پریشان ہوتی، تباہ حال ہوتی۔ سچی دوستیوں

انسانوں کے لیے راحت کا سامان کیا ہے اور
انسان کو انسان بننا سکھایا ہے۔

سوال: آپ ہٹلر کو دوست کیوں کہتے ہیں؟
جواب: میں ذہنی طور پر انگریزوں کی غلامی
کرنے کو تیار نہ تھا۔ ہندستان پر انگریزوں کی
حکومت مجھے ناگوار تھی۔ میں ہٹلر کو اپنا دوست
اس لیے کہتا ہوں کہ اگر ہٹلر برطانیہ کو کم زور
نہ کر دیتا تو ہندستان آزاد نہ ہوتا۔ ہٹلر نے
برطانیہ کو واقعی تیسرے درجے کی قوت بنا دیا،
اسی لیے وہ ہندستان، برما وغیرہ کو زیرِ نگیں نہیں
رکھ سکا، ہندستان آزاد ہو گیا۔

سوال: نونہالوں کے نام کوئی پیغام؟
جواب: میرے عظیم نونہالو! کام کام کام،
محنت محنت محنت، محبت محبت محبت، فاتح عالم۔

ذہانت

محمد بلاول بلال، ملتان

کسی گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ وہ
بہت ایمان دار اور محنتی تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا
تھا، جو سارا کام سنبھالتا تھا۔ کسان بوڑھا
ہونے کے باوجود خود بھی بیٹے کا ہاتھ بٹاتا تھا۔
وقت یوں ہی گزرتا جا رہا تھا کہ کسان کا اکلوتا
بیٹا کسی جھوٹے مقدمے میں پھنس کر جیل
چلا گیا۔ کسان کی اُمیدوں کا واحد سہارا جیل
میں تھا اور فصل بونے کا وقت سر پر آن پہنچا
تھا۔ کسان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس
کا بیٹا اس مقدمے سے بری ہو جائے، لیکن
تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ ادھر کسان
کا بیٹا فصل بونے کے بارے میں بہت فکر مند
تھا۔ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس
نے اپنے باپ کو خط لکھا: ''ابا جان! آلو کی فصل
کاشت نہ کرنا۔ کہیں کھیت سے اسلحہ برآمد نہ
ہو جائے۔'' یہ خط جب جیل کے انچارج کے
پاس پہنچا تو وہ حیران رہ گیا۔ وہ بہت سارے
پولیس والوں کے ساتھ گاؤں پہنچ گیا۔ گاؤں
پہنچ کر کسان کے کھیت کے بارے میں معلوم
کیا۔ اس کے بعد کھیت کی کھدائی کی گئی، مگر
کہیں سے بھی اسلحہ نہ نکلا۔ تھک ہار کر پولیس
واپس چلی گئی۔ کسان کے بیٹے نے دوبارہ
باپ کو خط لکھا: ''ابا جان! کھیت کی کھدائی
ہو چکی ہے، آلو کی فصل کاشت کر لیجیے۔''

اس کی عقل مندی کی وجہ سے جیل میں
ہونے کے باوجود آلو کی فصل تیار ہو گئی۔ وہ جیل کے

بے گناہ تھا، اس لیے رہائی پا کر گاؤں پہنچ گیا۔

شہیدِ ملت لیاقت علی خاں

فائزہ محمود احمد نظامی، نیو کراچی

نواب زادہ لیاقت علی خاں، نواب رستم علی خاں کے گھر یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء کو "کرنال" میں پیدا ہوئے۔ ان کا گھرانا بہت مذہبی اور نیک تھا۔ وہ ۱۹۲۳ء میں آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۰ء تک یو پی اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۳۶ء میں انھیں آل انڈیا مسلم لیگ کا جنرل سیکریٹری منتخب کیا گیا۔ قائداعظم سے بڑھ کر ان کی ذہنی صلاحیتوں اور خوبیوں سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا کہ لیاقت علی خاں میرے دستِ راست ہیں۔

قائدِ ملت لیاقت علی خاں مسلمانوں کی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ مسلم لیگ میں بے شمار سنگین بحران آئے، مگر انھوں نے کبھی جماعت تبدیل کرنے کا نہیں سوچا۔ ۱۹۴۰ء میں وہ ہندستان کی مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں ہندستان کی عبوری حکومت میں وزیرِ خزانہ مقرر ہوئے۔ انھوں نے برصغیر کا پہلا انقلابی اور عوامی بجٹ پیش کیا جس نے ماہرینِ معاشیات کو حیرت میں ڈال دیا۔

۱۰۔ اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ اس اسمبلی کی صدارت کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کا نام پیش کیا گیا۔ اگلے روز یعنی ۱۱۔ اگست ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خاں پہلے وزیرِ اعظم پاکستان منتخب ہوئے۔

انھوں نے ۱۹۴۷ء میں دولتِ مشترکہ کے اجلاس میں شرکت کی اور اس کے بعد مصر چلے گئے۔ نواب زادہ لیاقت علی خاں نے وزیرِ اعظم پاکستان کی حیثیت سے بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس اور موتمر عالم اسلامی کے کراچی میں خصوصی اجلاس کا افتتاح بھی کیا۔ مئی ۱۹۵۰ء میں انھوں نے امریکا کا دورہ کیا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۵۱ء کو ایک اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا: "بھائیو! ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں جب تک الگ الگ ہیں، ان کی قوت کم ہوتی ہے، لیکن جب مل کر مٹھی بن جاتی ہیں تو اس سے دشمنوں کا منھ بھی توڑا جا سکتا ہے۔"

۱۴۔ اگست ۱۹۵۱ء کو کراچی میں یومِ آزادی کے موقع پر قوم کے نام پیغام دیتے ہوئے انھوں نے فرمایا: "میرے پاس کچھ نہیں، صرف ایک جان ہے، وہ بھی پاکستان کے لیے وقف ہے، میں یہ وعدہ کرتا ہوں اگر پاکستان کی حفاظت اور بقا کے لیے خون بھی بہانا پڑا تو لیاقت علی خاں کا خون بھی اس میں شامل ہوگا۔"

۱۶۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں انھیں شہید کر دیا گیا۔ اس طرح انھوں نے قوم سے کیا وعدہ پورا کر دیا۔ شہید وزیرِ اعظم کی شیروانی کی بائیں جیب سے چھوٹا سا حمائل شریف سبز کپڑے میں ملفوف نکلا، جس سے ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور اسلام سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی وفات کے وقت ان کے بینک اکاؤنٹ میں صرف ۱۲۵۰ روپے تھے۔ وہ ہندستان کے نواب خاندان سے ہونے کے باوجود ایسے گھر میں رہ رہے تھے، جس کی چھت بھی ٹوٹی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ماتھے کی روشنی

ہمایوں طارق، ملتان

حسن اس وقت اسکول سے چھٹی کے بعد گھر واپس جا رہا تھا کہ علی نے اس کے قریب آ کر کہا: "حسن! مجھے معلوم ہے کہ تمھیں دو ہزار روپے کی ضرورت ہے اور یہ رقم میں تمھیں دے سکتا ہوں۔"

"کیا واقعی تم مجھے دو ہزار روپیہ ادھار دے سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں، بس تمھیں میری ایک شرط ماننی ہوگی۔"

حسن سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے والد کی ایک کپڑے کی دکان تھی۔ گزشتہ دو مہینوں سے ان کا ہاتھ تنگ تھا، لہٰذا انھوں نے دکان کا کرایہ دو مہینوں سے نہیں دیا تھا، اس لیے دکان کا مالک انھیں دھمکیاں دے رہا تھا کہ اگر چند دنوں کے اندر کرایہ نہ دیا تو دکان خالی کرنا ہوگی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" علی نے کہا۔

"تمھاری شرط کیا ہے؟" حسن نے پوچھا۔

علی نے کہا: "میں مضمون مقابلے میں دو ہزار کا انعام جیتنا چاہتا ہوں۔ اسکول میں جو

مضمون نویسی کا مقابلہ ہونے والا ہے۔ تم اپنے پرچے پر میرا نام اور رول نمبر لکھ دینا اور میں اپنے مضمون پر تمھارا نام اور رول نمبر لکھ دوں گا۔ سوچ لو، تمھیں اس کے بدلے دو ہزار روپے دے سکتا ہوں اور انعام جو تم مجھے جتاؤ گے، ایک لحاظ سے یہ سمجھو کہ میرا قرض واپس مل گیا۔“

حسن سوچ میں پڑ گیا۔ آخر کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بولا: ”ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔“

یہ سنتے ہی علی حسن کو فوراً اپنے گھر لے گیا اور اپنے والد سے اسے دو ہزار روپے دلوا دیے۔

آج مقابلے کا نتیجہ نکلنا تھا۔ سب لوگ پُرجوش تھے۔ حسن نے علی کی بات پر عمل کیا تھا اور اپنے پیپر پر اس کا نام اور رول نمبر لکھا تھا۔ آخر ہیڈ ماسٹر صاحب اسٹیج پر آئے اور کہا: ”اس بار ہمارے پاس بہت اچھے مضامین آئے، لیکن انعام تو کسی ایک کو ملنا تھا۔ اس بار انعام جیتنے والے طالب علم کا نام حسن رضا ہے۔ وہ آئیں اور اپنا انعام وصول کریں۔“

حسن حیرت سے اُٹھا، اسٹیج پر گیا اور انعام کا لفافہ وصول کیا۔

”تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے، مجھے میرے پیسے واپس کرو۔“ علی نے حسن کو اسٹیج سے نیچے اترتے ہی اسے ایک طرف لے جا کر کہا۔

”میں نے تمھارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا۔ مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے کہ ایسا کیسے ہوا۔ یہ لو اپنے پیسے۔“ حسن نے علی کو انعام کا لفافہ دیتے ہوئے کہا۔

پروگرام ختم ہونے کے بعد ایک چپراسی ان دونوں کے پاس آیا اور کہا: ”حسن اور علی! آپ دونوں کو پرنسپل صاحب نے اپنے کمرے میں بلایا ہے۔“

حسن اور علی دونوں پرنسپل صاحب کے آفس میں گئے۔ پرنسپل صاحب نے ان دونوں کو بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر بولے: ”تم دونوں حیران ہو رہے ہو گے کہ حسن نے انعام کیسے جیتا۔ دراصل جب میں مضامین چیک کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک کے رفیق طالب علم کا مضمون زیادہ اچھا ہے۔ دراصل بچوں کو رول نمبر کے حساب سے بٹھایا گیا تھا اور حسن کا رول نمبر پہلے، علی کا بعد میں تھا، لیکن جب میں مضمون

چیک کر رہا تھا تو علی کا رول نمبر پہلے آیا ہوا تھا اور حسن کا بعد میں اور میں نے جب ریکارڈ سے علی کے پرچے کی لکھائی ملائی تو وہ حسن کی تھی اور حسن کے پرچے پر علی کی لکھائی تھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا، وہ تمھارے سامنے ہے۔“

ہیڈ ماسٹر صاحب کچھ دیر سانس لینے کے لیے رکے اور پھر بولے: ”اب مجھے یہ بتاؤ کہ یہ سب تم دونوں نے کیوں کیا تھا؟“

وہ دونوں کچھ دیر تک تو خاموش بیٹھے رہے، پھر انھوں نے ساری بات ہیڈ ماسٹر صاحب کو بتا دی۔ ساری بات سن کر انھوں نے علی کی طرف دیکھا اور بولے: ”علی! میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ جھوٹی شہرت اور جھوٹی تعریف کسی کام کی نہیں ہوتی۔ اگر تم بڑے آدمی بننا چاہتے ہو، نام کمانا چاہتے ہیں تو پھر خوب محنت کرو۔ ایمان داری سے کام لو اور اللہ پر بھروسا رکھو، کامیابی تمھارے قدم ضرور چومے گی۔“

علی ان کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا اور کچھ دیر کے بعد بولا: ”جناب! میں آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آیندہ میں ہمیشہ محنت کروں گا اور کامیاب ہوں گا۔“

”شاباش!“ پرنسپل صاحب نے کہا اور اس کی پیٹھ ٹھونکی۔

نیلوفر اور بھوت محل

قرۃ العین عباسی، کراچی

ایک سوداگر کی چار بیٹیاں تھیں۔ بڑی تینوں بہنیں خوب صورت تو تھیں، مگر بہت منھ پھٹ اور مغرور بھی تھیں، ہر وقت خوب صورت نظر آنے کے لیے بناؤ سنگھار کرتی رہتی تھیں، جب کہ ان کی چھوٹی بہن بہت ہی سادہ مزاج تھی۔ سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی اور سب سے ادب سے بات کرتی تھی۔ وہ سادہ رہنے کے باوجود اپنی ساری بہنوں سے منفرد اور خوب صورت لگتی تھی۔

ایک دن سوداگر کو دوسرے شہر جانا پڑا۔ اس نے جانے سے پہلے ساری بیٹیوں کو بلایا اور پوچھا کہ ان کے لیے واپسی پر کیا تحفہ لے کر آئے۔ بڑی بیٹی نے جھٹ سے زیورات کی فرمائش کر دی۔ دوسری بیٹی بولی: ”میرے لیے سونے کے تاروں والے کپڑے لائیے گا۔“

تیسری بیٹی بولی کہ مجھے بناؤ سنگھار کی ساری نئی چیزیں لا کر دیں۔ جب سوداگر نے چھوٹی بیٹی

نیلوفر سے پوچھا کہ تمھارے لیے کیا لاؤں؟ تو اس نے کہا: "ابا حضور! مجھے کچھ نہیں چاہیے، اللہ آپ کو خیریت سے واپس لے آئے۔"

مگر اپنے ابا کے اصرار پر اس نے کہا کہ میرے لیے سیاہ گلاب لے آئیے گا۔"

سوداگر نے تحفے لانے کا وعدہ کیا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ اپنا کام ختم کر کے اس نے بیٹیوں کے لیے تحفے خریدے۔ سب کے تحفے مل گئے، مگر سیاہ گلاب نہ ملا۔ سوداگر مایوس ہو کر واپس جانے والا تھا کہ اس کی نظر ایک باغیچے پر پڑی۔ وہاں سیاہ گلاب لگے ہوئے تھے۔ اس نے جیسے ہی ایک گلاب توڑا، وہاں ایک ہیبت ناک جن نمودار ہوا اور کہنے لگا: "تم نے بغیر اجازت میرے باغ سے پھول توڑا ہے۔ اس کی تمھیں سزا ملے گی۔"

سوداگر ڈر کر بولا: "معافی چاہتا ہوں، یہ پھول میری بیٹی نے منگوایا ہے۔"

جن نے کہا: "اپنی بیٹی کو میرے پاس بھیجو، ورنہ میں تمھارے سارے خاندان کو جلا دوں گا۔"

سوداگر واپس گھر پہنچا۔ سب کو تحفے دینے کے بعد اس نے چھوٹی بیٹی نیلوفر کو ساری روداد سنائی۔ اس نے کہا: "ابا حضور! آپ فکر مت کریں، میں ضرور جاؤں گی۔"

پھر شہزادی اس جن کے محل میں چلی گئی۔

جن آیا تو اس نے نیلوفر سے پوچھا: "کیا میں بدصورت ہوں؟"

نیلوفر نے سوچا کہ اگر میں ہاں کہوں گی تو یہ مجھے مار ڈالے گا اور نہ کہوں تو کچھ نہیں کہے گا۔ اس نے کہا: "نہیں، تم بدصورت نہیں ہو۔"

جن نے کہا: "ٹھیک ہے، پھر تم مجھ سے شادی کر لو۔"

نیلوفر نے سوچا کہ اگر ہاں کہوں گی تو میرے گھر والوں کو نقصان نہیں پہنچے گا، اس لیے اس نے شادی کے لیے رضامندی ظاہر کر دی۔ جیسے ہی اس نے ہامی بھری، جن ایک بہت خوب صورت شہزادے میں تبدیل ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ اسے ایک جادوگر نے جادو سے جن کا روپ دیا تھا اور جادو ختم ہونے کی شرط یہ تھی کہ کوئی خوب صورت لڑکی اس سے شادی کے لیے ہاں کر دے۔ نیلوفر بہت خوش ہوئی۔ دونوں کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی اور وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

وبالِ جان

فارحہ ایوب، کراچی

لوئیس نامی ایک شخص کا بال بال قرض میں جکڑا ہوا تھا۔ قرض خواہوں کے مطالبات سے تنگ آ کر اس نے خودکشی کرنے کی ٹھانی۔ جب اس کے پڑوسی کو لوئیس کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے لوئیس کو ایک مشورہ دیا۔ لوئیس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ پڑوسی کے مشورے پر رضامند ہو گیا۔ پڑوسی ایک کیمسٹ تھا۔ اس نے لوئیس کو ایک گولی دی، جسے کھا کر اس پر کچھ دیر کے لیے غنودگی طاری ہو گئی۔ پھر اس نے لوئیس کو تابوت میں رکھ کر اس کے تمام دوستوں میں اس کے مر جانے کی خبر کر دی۔ تابوت میں کئی جگہ سوراخ تھے، تاکہ لوئیس کا دم نہ گھٹے۔ پھر وہ اس تابوت کو کسی دوسرے شہر بھیج دیتا، تاکہ لوئیس وہاں اپنی زندگی نئے سرے سے گزار سکے۔

ایک ایک کر کے تمام لوگ اس کا آخری دیدار کرنے کے لیے آنے لگے، جن میں زیادہ تر قرض خواہ ہی تھے۔ لوئیس کے اچانک مرنے سے سب ہی حیران تھے۔ ایک قرض خواہ آگے بڑھا اور بولا: "میرے بھائی! تم نے یہ کیا کیا، تم نے مجھے تو بتایا ہوتا، میں تمھارا تمام قرض معاف کر دیتا۔"

دوسرا دوست آگے بڑھا اور بولا: "مانا کہ تم پر میرے بیس ہزار ڈالر اُدھار تھے، لیکن میں پوچھتا ہوں دوستوں کے درمیان اس رقم کی حیثیت ہی کیا ہے۔"

اسی طرح سب ہی نے رنج و غم کا اپنے اپنے انداز میں اظہار کیا اور چلے گئے۔ اتنے میں ایک اور قرض خواہ آگے بڑھا اور بولا: "لوئیس، غلیظ چوہے! تجھ پر میرے ساٹھ ہزار ڈالر قرض تھے۔ تجھے قرض دینے کے بعد میرا گھر برباد ہو گیا۔ میرے بچے بھوک اور فاقے سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ مانا کہ تُو اب زندہ نہیں، لیکن میرے تیرے دل میں اتنے چرکے لگاؤں گا جتنے تجھ پر میرے قرض ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب سے ایک نوکیلا خنجر نکالا اور جیسے ہی وار کرنے کے لیے جھکا، لوئیس نے گھبرا کر اپنی آنکھیں کھول دیں اور بولا: "فکر نہ کرو، میں تمھارا قرض ضرور لوٹا دوں گا۔ اوپر جا کر اپنے باپ سے اُدھار لوں گا۔"

یہ سن کر وہ قرض خواہ دہشت سے وہیں بے ہوش ہو گیا۔

☆

جوابات معلومات افزا — ۲۰۰

سوالات اگست ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ حضرت شیثؑ، حضرت آدمؑ کے تیسرے بیٹے تھے۔
۲۔ انصار، ناصر کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے مدد کرنے والے۔
۳۔ ممتاز مسلمان فلسفی ابو نصر فارابی ایک ماہر فن موسیقار بھی تھے۔
۴۔ ''تختِ طاؤس'' مغل بادشاہ شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔
۵۔ قائداعظم کی نمازِ جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی تھی۔
۶۔ مولانا محمد علی جوہر کا انتقال ۱۹۳۱ء میں لندن میں ہوا تھا۔
۷۔ قدیم شہر ''ہڑپہ'' پاکستان کے موجودہ شہر ساہیوال میں واقع تھا۔
۸۔ عبدالرحمٰن چغتائی پاکستان کے مشہور مصور تھے۔
۹۔ سلطنتِ غزنی کی بنیاد الپتگین نے رکھی تھی۔
۱۰۔ وہ جانور جو پانی اور خشکی دونوں جگہ رہ سکتے ہوں، انھیں جل تھلیے کہتے ہیں۔
۱۱۔ مشہور خاتون ماہرِ تعلیم ماریہ مونٹیسوری کا تعلق اٹلی سے تھا۔
۱۲۔ ممتاز شاعر جوش ملیح آبادی کا انتقال ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء کو ہوا تھا۔
۱۳۔ اسلامی ملک سینی گال کی کرنسی فرانک کہلاتی ہے۔
۱۴۔ ناول ''خدا کی بستی'' کے مصنف شوکت صدیقی کا ایک اور مشہور ناول جانگلوس ہے۔
۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔''
۱۶۔ جوہر فرخ آبادی کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

اب عطر بھی ملو تو تکلف کی بو کہاں   وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینا گلاب تھا

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: سیدہ زویا ممتاز، اقبال احمد خاں، زہرہ شفیق، حذیفہ مصطفٰی ☆ میر پور خاص: محمد بلال، تحسین احمد، ارم محمد صالح انجم ☆ سانگھڑ: ماوراء خادم حسین رحمانی ☆ ملتان: احمد سعید کشمیری، سیرا بی بی ☆ راولپنڈی: محمد حسن ساجد ☆ مجیر پختونخواہ: فہد زمان ☆ کلورکوٹ ضلع بھکر: رانا محسن قیوم ☆ حیدرآباد: عائشہ ایمن ☆ سکرنڈ: صادقین ندیم خانزادہ۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے ذہین نونہال

☆ کراچی: سیدہ انیبہ ☆ میر پور خاص: کائنات محمد اسلم، اقرا نذیر، عاقب اسماعیل ☆ سانگھڑ: محمد ثاقب منصوری ☆ ملتان: حافظ محمد یوسف کشمیری

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: محمد آصف انصاری، سیدہ ثوبیہ ناز، صارم الدین، ثمینہ سنبل، صدف آسیہ، عبداللہ عارف، عدینہ عالم، حنا ابراہیم، سید عمار احمد، لقمان، محمد طٰہٰ آصف خان، عبدالاحد آصف خان، محمد طاہر آصف خان، سعد عمران، زعیم اختر، علیزہ سہیل، محمد طٰہٰ، رضی اللہ خان، ممتازہ قیصر، سید فرحان جاوید مجی، عفت اسلم، بلقیس انور ☆ جامشورو: نادر علی جتھیال ☆ حیدرآباد: رافع مسرور مغل، زین حنان ☆ شکار پور: محمد صدیق ☆ پنوں عاقل: محمد وقاص خولجہ ☆ سکھر: دلشاد انصاری، محمد فرقان شیخ ☆ لاڑکانہ: سرکشا کماری ☆ تحصیل و ضلع جہلم: محمد افضل ☆ اٹک: فرح اسلام ☆ ملتان: سعد بن عامر ☆ لاہور: فیصل معیز، محمد حسن، نمرہ رسول، امتیاز علی ناز، ڈاکٹر سارہ الیاس ☆ شیخوپورہ: حسنین ارشاد بھٹی ☆ راولپنڈی: عائشہ صدیقہ ظریف، میمونہ یاسین۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: ثمرہ حفیظ، سید زین العابدین، شاہ محمد ازہر عالم، بلال احمد، مایا خان، محمد سعد علی، سیدہ ماہ نور طارق، واجد گیلنوی، سجاد علی، سیدہ روحہ فاطمہ، رخسانہ جنید ☆ حیدرآباد: منیبہ عبدالقیوم، حیان کاشف، ابتہال سلیم، مریم انصاری ☆ میر پور خاص: شہریم راجا، محمد اعظم مغل

☆ خیر پور میرس: ریحانہ راجپوت ☆ ڈگری: اسامہ طلحہ، محمد طلحہ مغل ☆ فیصل آباد: محمد اسلم مغل، سارہ طارق ☆ بہاول پور: سعدیہ رشید ☆ واہ کینٹ: حبیبہ اسحاق ہاشمی ☆ ضلع جہلم: پرنس راجا ثاقب محمود ☆ اوکاڑہ: ایچ ایم سلیم نور ☆ راولپنڈی: عروج عبداللہ ☆ اسلام آباد: محمد حمزہ، امیر الدین ظفر، آمنہ بقائی ☆ لاہور: حرا یاسمین، محمد ایان فہمید ☆ کوئٹہ: محمد عبدالمقیت ☆ سامارو سندھ: سیدہ فاطمہ ☆ شاہ کوٹ: محمد شہریار ☆ ملتان: سول طارق۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: سید محمد عباس، سیدہ درِ نیہ حق، سیدہ سدرہ حق، سیدہ سامیہ حق، سید واصف الحق، طہورا عدنان، عبیرہ صابر، حسان صدیقی، سید بلال حسین ذاکر، عمیمہ کریم جمالی، فائزہ محمد فاروق، حلیمہ سعدیہ، فرحان فہیم، پلوشہ نیلم ☆ ٹنڈو غیاری سندھ: عبدالرزاق سومرو ☆ بدین: ماہ نور فاروق ☆ جہانیاں ضلع خانیوال: افتخار احمد گوندل ☆ شیخو پورہ: طلحہٰ ربانی ☆ رحیم یار خان: ماہم فاطمہ ☆ لاہور: حافظ مرزا محمد عثمان ☆ سامارو سندھ: نبیل فاطمہ ☆ جہاوریاں سرگودھا: سید محمد علی حسن ☆ کوٹلی آزاد کشمیر: محمد جواد چغتائی۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: بلال احمد، مہوش حسین، سیدہ ایمان فاطمہ، اُم عادل، طاہر قاسم، عائشہ بیگ، ثاقب نور ☆ حیدرآباد: اقصیٰ اویس، حبا ناز ☆ ٹنڈو الہیار: صوفیہ زریں ☆ جوہر آباد: محمد حسین رضا ☆ علی پور چٹھہ: محمد حویرث نور ☆ لاہور: محمد آصف جمال ☆ اسلام آباد: شکیلہ بی بی ☆ مردان: آمنہ سردار۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: سہیل احمد بابوزئی، حفصہ محمود، روحیل علی خان، منزہ بتول عامر، فاطمہ شفقت، رمیز لطیف ☆ حیدرآباد: ملک محمد زاہد ☆ سانگھڑ: سائرہ نازش ☆ ملتان: ایمن ☆ دریا خان: سید اشہد بخاری ☆ تلہ گنگ: محمد فیاض الحسن ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: فائزہ رمضان ☆ لاہور: عائشہ مجید ☆ کوئٹہ: زرناز ☆ راولپنڈی: قرۃ العین حیدر ☆ گجرات: صبا پرویز۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال اگست ۲۰۱۲ء میں جناب وقار محسن کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع کی گئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کرنے کے بعد صرف ایک عنوان "دہری خوشی" کو بہترین قرار دیا ہے۔ یہ عنوان مختلف شہروں سے آٹھ نونہالوں نے بھیجا ہے۔ ان سب نونہالوں کو انعام کے طور پر کتاب روانہ کی جا رہی ہے:

۱۔ اقراء مختار، کراچی

۲۔ احمد حفیظ خان، بہاول پور

۳۔ سدرہ بنیامین آرائیں، شہداد پور

۴۔ سارہ حامد، فیصل آباد

۵۔ اصباح احمد، مظفر آباد

۶۔ سید فرحان جاوید نجمی، کراچی

۷۔ سمیرا بی بی، ملتان

۸۔ اُمامہ عاکفین، بہاول پور

﴿ چند اچھے اچھے عنوانات ﴾

مثالی جوڑا۔ عید مبارک۔ وفا کے پیکر۔ یادگار عید۔ عید قابل دید۔ انوکھی خوشی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: ارم علی، محمد تہامی، سارہ عبداللہ، واجد نگینوی، یمنہ عالم، عثمان انصاری، حفصہ محمود، سیدہ رملہ بنت رضا، اقراء مختار، ایمن عارف، حنا ابراہیم، سید نبیل منور،

حبیبہ حفیظ، اولیس یونس، محمد طاہر آصف خان، محمد طلحہٰ آصف خان، سید محمد عباس، سیدہ وردہ اقبال، عبدالاحد آصف، مایا خان، محمد بلال صدیقی، محمد عبیدالرحمٰن، ہانیہ شفیق، مریم معین، عائشہ کریم جمالی، اولیس احمد، عائشہ کامران، اقصیٰ خان، ثنا اسد، معاذ عمران، ورشہ اعجاز، نمرہ اقبال، صوفیہ محمد عیسیٰ، اُمِ عادل، فاطمہ احمد، طہورا عدنان، قطرینہ قائم، فریحہ کاشف، سعدیہ طواسین، سیدہ انیسہ، شاہ بشریٰ عالم، حسان صدیقی، مہوش حسین، وجیہہ قیصر، نور الہدیٰ سید، طاہر قاسم مریم نصیر اللہ، رضی اللہ خان، محمد اذعان خان، عفت اسلم، سید فرحان جاوید مجمی، سیدہ سانیہ حق، سید واصف الحق، سیدہ سدرہ حق، سیدہ وانیہ حق، سیدہ نمرہ مسعود، ماہ نور جمال، حماد علی خان، زینب شوکت، سیدہ ثوبیہ ناز، شازیہ انصاری، ولید بن خلیل، سہیل احمد بابوزئی، سید محمد حذیفہ، عائشہ بیگ، سجاد علی، حذیفہ مصطفیٰ، سید بلال حسین ذاکر، فائزہ محمد فاروق، ثمین جاوید، احسن جاوید، احزام جاوید، فریحہ مریم، رخسانہ جنید، انس نسیم خاں، حریہ ناز، سیدہ روحہ فاطمہ، ماہ نور شکیل بیگ، فاطمہ شفقت، بلقیس انور، ملیحہ لطیف، محمد عثمان شاہد، ☆ حیدرآباد: سرفراز، حیان کاشف، ابتہال سلیم، اقصیٰ اولیس، رافع سرور، ضحیٰ حنان، سنبل ناز، عائشہ ایمن، ڈاکٹر احمد جنید ☆ لاہور: محمد آصف جمال، محمد عبداللہ، عائشہ مجید، امتیاز علی ناز، محمد حسین سہیل، فیصل منیر، حافظ مرزا محمد عثمان، ماہا اشفاق، وہاج عرفان، زینب فاطمہ ☆ راولپنڈی، اسلام آباد: بلال حسین، ایمن طاہر، امیر الدین ظفر، ملیحہ شاکر، عائشہ صدیقہ، جویریہ ارشاد، حسین، محمد علی چنگش، آمنہ بقائی، صبا لیاقت ☆ سکھر: محمد حسن محمود، دلشاد انصاری ☆ ملتان: ایمن، اُسامہ طارق، سمیرا بی بی، حافظ محمد یوسف کشمیری، احمد سعید کشمیری ☆ لودھراں: عنبرینہ اشفاق، موحل

طارق، محمد رضا علی سرگانہ ☆ شہداد پور: مسکان محمد حسین، سدرہ بنیامین آرائیں ☆ جہانیاں: افتخار احمد گوندل، فوزیہ مصدق قریشی ☆ ڈی جی خان: احمد وجدان خان ☆ بہاول پور: احمد حفیظ جان، سعدیہ رشید، کرن فاطمہ ☆ ساہیوال ضلع ساہیوال: امجد اقبال کچھی ☆ میانوالی: مریم خرم ☆ میرپورخاص: تحسین احمد، وقار احمد، عنا منیر، اُمِ ہدیٰ، عائشہ اسماعیل، ندا نذیر، کائنات محمد اسلم، تانیہ رحمٰن ☆ کوٹ ادو: محمد احمد رضا انصاری ☆ لاڑکانہ: سرکشا کماری ☆ شیخوپورہ: طلحہٰ ربانی ☆ سانگھڑ: سائرہ نازش، مادرا خادم حسین، علیزہ ناز منصوری ☆ ضلع جہلم: خدیجہ بی بی، محمد افضل ☆ اوکاڑہ: ایچ ایم سلیم نور ☆ واہ کینٹ: حبیبہ اسحاق ہاشمی ☆ اٹک: عدیل شوکت، فرح اسلام ☆ پنڈ دادن خان: پرنس راجا ثاقب محمود ☆ بھکر، دریا خان: سید اشہد ایان بخاری ☆ جھنڈو سندھ: مریم واجد علی، شہزریم راجا ☆ ڈگری: محمد اعظم مغل، اُسامہ طلحہٰ، محمد طلحہٰ مغل ☆ حاصل پور: امامہ عاکفین، عبداللہ ظفر، فاطمہ صفدر ☆ ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد: ایم اسلم مغل ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: فائقہ رمضان ☆ راجن پور: محمد دادو جان ☆ سرگودھا: سید محمد علی حسن ☆ مظفرآباد: اصباح احمد ☆ ضلع چکوال: مدثر شہزاد ☆ مانسہرہ: زینب شاہ ☆ کوٹلی: شہریار احمد چغتائی ☆ پنوعاقل: محمد وقاص خواجہ ☆ خیر پور میرس: ریحانہ راجپوت ☆ کنڈیارو: بہادر علی حیدر بلوچ ☆ ٹمیاری: عبدالرزاق سموں ☆ بدین: ماہ نور فاروق ☆ جوہرآباد: محمد حسن رضا ☆ فیصل آباد: سارہ طارق، سارہ حمید ☆ کرک: ابو محمد آفتاب ☆ کوئٹہ: محمد عبدالمقیت، زرناز ☆ اوستہ محمد: صاحب خاں جمالی۔

☆☆☆

نونہال لغت

خواص	خَ وَ ا ص	خاص کی جمع۔ خاصیت۔ اثر۔ عادت۔ خاص لوگ۔ بڑے لوگ۔
ایلچی	ا ے لْ چ ی	پیغام بر۔ قاصد۔ نامہ بر۔ سفیر۔ وکیل۔
منادی	مَ نا دِ ی	ڈھنڈورا۔ کسی کام سے روکنے کا عام اعلان۔
منادی	مُ نا دِ ی	پکارنے والا۔ اعلان کرنے والا۔
روزافزوں	ر و زْ اَ فْ زُ و ں	جو چیز روز بڑھے۔ دن دونا رات چوگنا۔
فراست	فِ رَ ا سَ ت	دانائی۔ عقل مندی۔ قیافہ۔ شناخت۔ سمجھ داری۔
کدورت	کُ دُ و رَ ت	دل کا ملال۔ رنجش۔ کینہ۔ غبار۔
مندا	مَ نْ دَ ا	سستا۔ کم۔ ہلکا۔ دھیما۔ مدھم۔
مشتعل	مُ شْ تَ عِ ل	بھڑکتا ہوا۔ شعلے مارنے والا۔
تحلیل	تَ حْ لِی ل	گھلنا۔ اجزا کا الگ الگ ہو جانا۔ حل کرنا۔ یک جان کرنا۔ گھولنا۔
عدم	عَ دَ م	نیستی۔ کسی بات کا نہ ہونا۔ موجود کی ضد۔
چھپر	چھَ پْ پَ ر	پھوس کا سائبان۔ پھوس کی چھت۔ بوجھ۔
داروغہ	دَ ا رُ و غَ ہ	محافظ۔ نگراں۔ کوتوال۔ تھانے دار۔ کسی جماعت کا سردار۔
دلاسا	دِ لا سا	تسلی۔ دل کو تسکین دینے والا۔
فتور	فُ تُ و ر	فساد۔ شرارت۔ فتنہ۔ کم زوری۔ خرابی۔
چپا	چَ پْ پا	ذرا سی جگہ۔ چار انگل جگہ۔ چار بالشت چوڑی جگہ۔
جہاں پناہ	جَ ہا ں پَ نا ہ	جس کی پناہ میں دنیا ہو۔ یعنی بادشاہ۔
پسپا	پَ سْ پا	واپس۔ اُلٹے پاؤں۔ پیچھے ہٹا ہوا۔ شکست کھایا ہوا۔
گردش	گَ رْ دِ ش	چکر۔ دورہ۔ پھیر۔ انقلاب۔ بدنصیبی۔ مصیبت۔